یا اللہ مدد
وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان، نظام خلافت راشدہ کا داعی
ماہنامہ
حق چار یار رضی اللہ عنہم
لاہور
جلد 32 شمارہ 7 - ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ، جولائی 2019ء
جاری کردہ
قائد اہل سنت وکیل صحابہ مظہر شریعت و طریقت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین
بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
زیر نگرانی
جانشین قائد اہل سنت
حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۹ فروری ۱۹۷۳ء

خدامِ اہلِ سنت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و جذبِ ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسول اللہ کی سُنّت کا ہر سو نُور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حُسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تُو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا — انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں — کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہوا جیسے تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تُو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تیری ظِل

الحمد للہ! تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

2
اصل کلمہ اسلام
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
یا اللہ مدد
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان نظام خلافت راشدہ کا داعی
ابوبکر صدیق
عمر فاروق
عثمان غنی
علی المرتضی
ماہنامہ
حق چار یار رضی اللہ عنہم
لاہور
جلد 32 شمارہ 7 - ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ، جولائی 2019ء
جاری کردہ
قائد اہل سنت وکیل صحابہ مظہر شریعت و طریقت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین
بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
زیر نگرانی
جانشین قائد اہل سنت
حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
بدل اشتراک
مدیر مسئول
حافظ محمد مسعود صاحب
اندرون ملک: فی پرچہ 35 روپے سالانہ چندہ 350 روپے
بیرون ملک: مشرق وسطی 85 ریال ○ امریکہ یورپ ○ برطانیہ 20 پونڈ
نائب مدیر
ماسٹر منظور حسین صاحب
قاضی ظاہر حسین جرار صاحب 0333-5783036
رابطہ
دفتر ماہنامہ حق چار یار متصل جامع مسجد میاں برکت علی
مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور
0322-4135093
0302-4166462
042-37427872
پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

وزیرِ اعظم پاکستان کو چبھتے سوال کا سامنا

جانشین قائد اہل سنت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

وطنِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کارِ حکومت نئی حکومت کے لیے ڈراؤنا خواب بن چکا ہے۔ عوام کو دکھائے گئے خواب تعبیروں سے محروم ہیں اور صاف عیاں ہے کہ سراب اور سایہ کے پیچھے دوڑتے دوڑتے اب سانس پھولنے لگی ہے۔ میڈیا کی دوکان پر بکنے والا چورن بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے ایسے میں محکمۂ زراعت اپنی جڑی بوٹیوں کو حقائق کی تیز دھوپ سے بچانے کے لیے اپنی تگ و دو میں مصروف ہے۔ آخری ہچکیاں لیتی معیشت اور دیگر حالات کی زبوں حالی عوام اور میڈیا کو یہ سوال اٹھانے پر مجبور کر رہی ہے کہ:

''نیا پاکستان ابھی تک کیوں نہ بن سکا اور ریاست مدینہ کا خواب کیا ہوا؟

وزیرِ اعظم پاکستان مذکورہ سوال کی تلخی کو محسوس کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۱ جون ۲۰۱۹ء کے عوام دشمن بجٹ کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے بعد رات گئے جب وہ قوم سے مخاطب ہوئے تو اسی عوامی سوال کو ان لفظوں میں دہرایا:

''جب سے ہمیں اقتدار ملا ہے۔ پہلے دن سے میں سنتا ہوں۔ مخالفین سے کہ جی کدھر ہے وہ نیا پاکستان؟''

چاہیے تھا کہ عمران خان صاحب سر دست اپنی اور اپنی ٹیم کی ناکامیوں کا اعتراف کرتے، کوتاہیوں کا صحیح ادراک ہوتا اور ازالہ کے لیے کوئی تدبیر بروئے کار لاتے ہوئے آئندہ کے لیے ٹھوس لائحہ عمل پیش کرتے لیکن ظلم یہ کیا کہ اپنی اور اپنی ٹیم کی نالائقیوں کو چھپانے کے لیے اصحاب رسول علیہم الرضوان کے قرآنی و ایمانی مراتب کو نظر انداز کرتے ہوئے ان مقدس شخصیات کی شرعی عظمتیں مجروح کر ڈالیں جن کے فضائل و مناقب کی بابت قرآن کریم کی سینکڑوں آیات اتریں اور اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں ان کے فضائل و مناقب ارشاد فرمائے۔ چند ایک

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان 0453-543444

آیات واحادیث خان صاحب کی ناروا تنقید پڑھنے سے پہلے ملاحظہ کرلیں۔

○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (التوبۃ، آیت:۱۰۰)

''اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے۔ اور مدد کرنے والے، اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس (اللہ) سے۔ اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ۔ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں۔ رہا کریں انہی میں ہمیشہ۔ یہی ہے بڑی کامیابی'' [ترجمہ حضرت شیخ الہند]

فخر العلماء حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے تفسیر میں لکھا ہے:

''اعراب مومنین'' کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ زعماء واعیان مومنین کا کچھ ذکر کیا جائے یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت واولیت کا شرف حاصل کیا اور جن انصار نے نصرت واعانت میں پہل کی۔ غرض جن لوگوں نے قبول حق اور خدمت اسلام میں جس قدر آگے بڑھ کر حصے لیے۔ پھر جو لوگ نیکوکاری اور حسن نیت سے ان پیش روانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوش دلی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضاءِ تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔ اسی طرح خدا نے ان کو اپنی رضاء وخوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود اکرام واعزاز سے سرفراز فرمایا۔ جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق واوّل ہوگی اسی قدر رضاء الٰہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔ کیونکہ سبقت واوّلیت کی طرح رضاء وکامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔

○ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ۔ [الفتح، آیت:۴]

''وہی ہے جس نے اتارا اطمینان دل میں ایمان والوں کے۔ تاکہ اور بڑھ جائے ان کا ایمان اپنے ایمان کے ساتھ''۔ [ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ]

شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی وضاحت حسب ذیل ہے:

''اطمینان اتارا۔ یعنی باوجود خلاف طبع ہونے کے رسول کے حکم پر جمے رہے۔ ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا اور مراتب عرفان وایقان

میں ترقی ہوئی۔ انہوں نے اول بیعت جہاد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا۔ اس کے بعد جب پیغمبر علیہ السلام نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو ان کے ایمان کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ اپنے پُر جوش جذبات و عواطف کو زور سے دبا کر اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردنِ انقیاد خم کر دی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

○ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۔ [الفتح، آیت:۲۶]

”اور قائم رکھا ان [صحابہؓ] کو ادب کی بات پر اور وہی تھے اس کے لائق اس کام کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار۔“ [ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ]

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یعنی (صحابہؓ) اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچتے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے اور کیوں نہ رہتے۔ وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے زبردست حامل تھے۔ ایک پکا موحد اور پیغمبر کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش و خروش کے وقت اللہ کی خوشنودی اور اس کے شعائر کی تعظیم پر قربان کر سکتا ہے۔ حقیقی توحید یہ ہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت و عزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے۔ شاید اسی لیے حدیث میں کلمۃ التقوی کی تفسیر لا الہ الا اللہ سے کی گئی ہے کیونکہ تمام تر تقویٰ و طہارت کی بنیاد یہ ہی کلمہ ہے۔ جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کو چن لیا تھا اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہ ہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔“

محترم قارئین! ایک نظر ان احادیث شریفہ پر بھی ڈال لیجیے:

☆ حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں سے بہترین زمانہ وہ ہے جس زمانہ میں، میں ان کی طرف مبعوث ہوا۔ پھر اُن کا جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور پھر اُن کا جو اُن کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔“ (طبرانی)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس مسلمان کو جہنم کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے

صحابیؓ) کو دیکھا۔'' (ترمذی)

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بخش دے اور اسے بھی بخش دے جس نے ان کو دیکھا (طبرانی)

☆ حضرت ابو بریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صحابیؓ کسی زمین پر فوت ہوگا تو قیامت کے دن ان کے لیے نور بن کر اٹھے گا (ترمذی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہؓ کی مثال ستاروں کی طرح ہے۔ جن سے راستے کی تلاش کی جاتی ہے۔ پس تم میرے صحابہؓ میں سے جس کے قول کو بھی پکڑو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ (عبد ابن حمید)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہم سے خطاب کیا اور فرمایا کہ آج ہی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: خبردار میرے صحابہؓ سے اچھا سلوک کرنا اور پھر جو ان کے بعد آئیں گے (طبرانی)

☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان کو اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی عنقریب اس کی گرفت ہوئی۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم کہو کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر کی

وجہ سے۔ (ترمذی)

لیجیے! جن اصحاب رسول علیہم الرضوان کے مناقب آپ قرآن و حدیث کے بیان سے پڑھ چکے ہیں ان کے متعلق وزیراعظم پاکستان کے ریمارکس کیا ہیں:

"جب سے ہمیں اقتدار ملا ہے پہلے دن سے میں سنتا ہوں مخالفین سے۔ کہ جی کدھر ہے وہ نیا پاکستان؟ جو مدینہ کی ریاست تھی وہ پہلے دن مدینہ کی ریاست نہیں بن گئی۔ جب جنگِ بدر ہوئی تھی تو صرف تین سو تیرہ تھے لڑنے والے باقی ڈرتے تھے لڑنے کے لیے۔ جو جنگِ اُحد ہوئی۔ سرکارِ مدینہ نے جو تیر کمان والے تھے ان کو کہا کہ تم نے اپنی پوزیشن نہیں چھوڑنی۔ جب لوٹ مار شروع ہوئی وہ چھوڑ کے چلے گئے۔ سرکار مدینہ کا حکم نہیں مانا"

ہمیں وزیراعظم کے مذکورہ سوال و جواب پر ایمانی رنج اور شدید دکھ تو ہے ہی۔ ساتھ ہی تعجب بھی ہے کہ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ جُھیبے ہوئے عوامی سوال کے جواب کے لیے کن لفظوں کا انتخاب کر رہا ہے۔ غلطِ مبحث تو خیر وہ کیا سمجھیں گے کیا انہیں اتنا بھی اندازہ نہ تھا کہ ان کا اپنی نالائقیوں کو چھپانے کے لیے انتہائی بوگس جواب دینا انہیں مزید مشکلات سے دوچار کرنے کے ساتھ ساتھ ایمان سے بھی محروم کر سکتا ہے۔ اپنے دورِ حکومت کو نبوی دورِ نبوت سے تشبیہ دیتے ہوئے اپنے شیخ رشیدوں، فوائد چوہدریوں، جہانگیر ترینوں، علیم خانوں، عمر اسدوں اور نظر بد دور فردوس عاشق اعوانوں جیسے نالائقوں کو سرکار مدینہ کے اصحاب کے برابر کھڑا کر رہے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کیا خان صاحب اصحابِ رسول ﷺ کو العیاذ باللہ ڈرنے والا بولتے ہوئے وہ منظر بھول گئے ہیں جب عدلیہ بحالی تحریک میں پولیس نے دھاوا بولا تو وہ اپنی بہنوں کو گھر میں چھوڑ کر چار دیواری پھلانگ کر بھاگ نکلے تھے۔ جس کا اعتراف انہوں نے حامد میر کے پروگرام میں کیا اور کیمرے کی آنکھ نے وہ منظر تاریخ کا حصہ بنا دیا؟ کیا نبی رحمت کے جانثاروں کو لوٹ مار کرنے والا قرار دیتے ہوئے انہیں پنجاب حکومت سے رہائشی مکان کی بھیک سے لے کر تین سو کنال کے بنی گالہ تک کا سفر اور علیمہ خان کی سلائی مشین سے شروع ہو کر بیرون ممالک اربوں کے اکاؤنٹ تک پہنچنے کی روئیداد بھول گئی ہے؟۔

عاقبت نا اندیشی کا عالم یہ ہے کہ پی۔ ٹی۔ آئی کے فدائی اس ہرزہ سرائی کا بھی دفاع کر رہے ہیں۔ اہل تشیع اور بغض صحابہؓ کے دیگر مریضوں کے لیے تو خیر سے موقع غنیمت ہے کہ وہ اپنی بھڑاس نکالیں۔ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام لیوا اہل سنت بھی ان ہفوات اور بے ہودگی کی تاویلات کریں گے۔ فیا للعجب۔

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرآنی وشرعی مقام ومرتبہ کا تعلق ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے اور یہ حقیقت بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس شخصیات ہیں جو ہر طرح کی تنقید سے بالا ہیں۔ اگر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یا احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کسی لغزش پر برائے اصلاح تنبیہ کی ہے تو وہ تربیت کا حصہ تھی اور اللہ اور نبی کا حق! لیکن بعد والوں کو یہ اختیار نہیں کہ دوران تربیت کسی لغزش کا ذکر کر کے انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنائے۔

جن مقدس شخصیات کے لیے اللہ نے اپنی رضاء کے اعلان رضی اللہ عنہم اور اعدلھم جنت تجری کے تحت جنتیں تیار کر رکھی ہیں اور اللہ کے نبی انہیں آسمان ہدایت کے روشن ستارے قرار دیتے ہوئے ان کی پیروی کا حکم دیں اور انہیں برا بھلا کہنے سے منع فرمائیں اور ایسے شخص کو لعنت کا مستحق قرار دیں۔ ان پاکباز نفوس کو بعد والے اپنی عدالت کے کٹہرے میں ہرگز ہرگز کھڑا نہیں کر سکتے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ایوان کے اندر، باہر اپوزیشن اور سوشل میڈیا ودیگر ذرائع سے جس قدر احتجاج کیا گیا ہے۔ قابل تحسین ہے اور یہ انتہائی ضروری تھا۔ اہل سنت کے زعماء کو چاہیے کہ وہ مل بیٹھ کر اس معاملہ پر متفقہ موقف اپنائیں۔ احتجاج، اندراج مقدمہ سمیت ہر ممکن حکمت عملی پر غور کریں۔ ہم خدام اہل سنت ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔

آخر میں خان صاحب کے لیے بھی مشورہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضور اس بے ادبی پر علی الاعلان توبہ واستغفار کرتے ہوئے قوم سے بھی معافی مانگیں اور آئندہ دینی معاملات پر گفتگو سے پرہیز کریں تاکہ ان کی اور ان کے نادان حامیوں کی کم علمی کی وجہ سے عاقبت برباد نہ ہو۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

فیوضاتِ مظہر

اصحاب بدر رضی اللہ عنہم اور قرآن مجید

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ☆

رمضان المبارک کی دوسری خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ کفر و اسلام کا عظیم ترین معرکہ بدر بھی اسی ماہ مبارک میں پیش آیا ہے اور جس طرح رمضان تمام مہینوں سے اور قرآن تمام آسمانی کتب سے افضل ہے اسی طرح جنگِ بدر بھی تمام اسلامی جنگوں سے افضل ہے کیونکہ اس جنگ میں خود حضور رحمۃ للعالمین ﷺ تشریف فرما تھے جو کائنات میں افضل ہیں اور پرچم نبوی کے سایہ میں جن مومنین نے یہ عظیم جنگ لڑی ہے وہ بعد الانبیاء علیہم السلام تمام اولادِ آدم سے افضل ہیں اور انہی اصحابِ رسول ﷺ کو غزوۂ بدر کی نسبت سے اصحابؓ بدر بھی کہا جاتا ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

② تمام سورۃ الانفال جنگِ بدر کے سلسلہ میں ہی نازل ہوئی۔ اس سورت میں جنگ کی تفصیلات بھی ہیں اور جنگ کے احکام بھی ہیں۔ علاوہ ازیں سورۃ آل عمران میں بھی جنگِ بدر کا ذکر آتا ہے اور وہاں تو بدر کے نام کی بھی تصریح ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۲۳)

''اور یہ بات محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے'' (ترجمہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

بدر ایک کنوئیں کا نام ہے جس کے قریب یہ جنگ لڑی گئی اور یہ بھی اس جنگ کی خصوصیت ہے کہ اس میں باذن اللہ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے کفار سے قتال بھی کیا جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیات میں اس کی تصریح ہے۔

جنگ کے اسباب

بظاہر یہ بات بہت زیادہ تعجب خیز ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود اپنی قریش کی برادری سے جنگ و قتال کر رہے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے لیکن اگر حقیقت

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

پر نظر ڈالی جائے تو آنحضرت ﷺ کی یہ جنگ بھی مقصد و انجام کے اعتبار سے ایک عظیم رحمت تھی۔ آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اعلانِ رسالت اور تبلیغ توحید کے بعد قریش نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو ہر قسم کی اذیتیں پہنچائیں۔ اصحاب رسول ﷺ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن جوابی طور پر جنگ وقتال کی ممانعت تھی اور حکم خداوندی یہی تھا کہ اسلام کی دعوت پوری ہمت و تدبیر کے ساتھ دیتے رہو اور اس کے ردِ عمل میں قوم کی طرف سے جو بھی تکالیف پہنچیں ان کو برداشت کرو۔ مکی زندگی دراصل تزکیہ نفوس اور تکمیلِ ایمان کا ایک زبردست تربیتی کورس تھا تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی تبلیغی جدوجہد میں جو قدم بھی اٹھائیں وہ رضائے الٰہی کے حصول پر مبنی ہو اور جس میں نفسانی جذبات کا شائبہ تک بھی باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صحبتِ نبوی کی برکات اور انوارِ نبوت کے پرتو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس کا کامل تزکیہ ہوگیا۔ ذاتی اور نفسانی جذبات مغلوب ہوگئے۔ ان کا محبوب و مقصود حق تعالیٰ کی ذات تھی جس کو حاصل کرنے کا ذریعہ رسول ﷺ کی عظمت و محبت اور کامل اطاعت تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان کی اسی مقصودیت کے اظہار کے لیے فرمایا گیا ہے...... يُرِيدُونَ وَجْهَهُ یعنی آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہنے والے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے طالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی حکمتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ مکی زندگی میں ہی ہجرتِ حبشہ کی اجازت دی گئی اور اس کے بعد آخر میں ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا گیا جس کی بنا پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب موقع بہ موقع اپنا وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگئے اور مہاجرین صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کو ہی یہ خصوصی شرف حاصل ہوا کہ وہ مدینہ منورہ تک آنحضرت ﷺ کی معیت میں رہے اور قرآن مجید میں انہی کو صاحبِ رسول یعنی یارِ غار فرمایا گیا۔ (سورۃ التوبہ رکوع ۶۔ آیت ۴۰)

قریش اور یہودِ مدینہ

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جمعیۃ قائم ہوگئی تھی اور دعوتِ اسلام کا کام شروع ہوگیا تھا جس کی وجہ سے یہودِ مدینہ سخت دشمن بن گئے۔ اُدھر مکہ سے بقدرتِ خداوندی قریشی جنگجو جوانوں کے گھیراؤ سے آنحضرت ﷺ معجزانہ طور پر نکل کر بسلامت

مدینہ پہنچ گئے تھے جس کی وجہ سے رؤسائِ قریش اپنے منصوبہ میں بری طرح ناکام ہوئے۔ اب ان کے عزائم یہ تھے کہ مدینہ پر یلغار کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے یہود سے ساز باز اور مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ چنانچہ کرز بن جابر فہری مدینہ کی چراگاہ سے اہلِ مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ آنحضرت ﷺ کے خلاف ان کا انتقامی جذبہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ انہوں نے مدینہ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو خط میں یہ لکھا کہ ''یا محمد (ﷺ) کو قتل کر دو یا ہم آ کر ان کے ساتھ تمہارا بھی کام تمام کر دیں گے۔'' ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ و قتال کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ (سورۃ الحج، رکوع ٦ آیت: ٣٩۔٤٠)

''(اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

کفار سے اذنِ قتال کے بعد آنحضرت ﷺ نے بھی قریش کے جارحانہ اقدامات کے مقابلہ میں دفاعی تدابیر اختیار کیں۔ مدینہ شریف سے آنحضرت ﷺ نے متعدد سرایا بھیجے۔ چنانچہ سریہ حمزہؓ، سریہ عبیدہؓ بن الحارث، سریہ سعدؓ بن ابی وقاص اور سریہ بدر اولیٰ وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ غزوہ اور سریہ کا فرق یہ ہے کہ غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ خود تشریف لے گئے ہوں اور لشکرِ اسلام کی قیادت فرمائی ہو اور سریہ وہ جنگ ہے جس میں آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ نے کسی صحابی کی قیادت پر لشکرِ اسلام کو بھیجا ہو۔ عموماً سرایا چھوٹے چھوٹے دستوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ (غزوہ کی جمع غزوات ہے اور سریہ کی جمع سرایا ہے۔

قریش کا تجارتی قافلہ

مدینہ منورہ پر ایک کامیاب حملہ کرنے کے لیے قریش نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے انہوں نے ملک شام کو ایک تجارتی قافلہ بھیجا جس میں عورتوں تک نے اپنا سرمایہ لگا دیا تاکہ اس قافلے کے تجارتی منافع کو مسلمانوں کے مقابلے میں ایک جنگی قوت مہیا کرنے پر لگایا جائے۔ اس قافلہ کے سالار ابوسفیان تھے (جو بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس قافلے کی واپسی کی اطلاع ملی اور اس قافلہ نے واپس مکہ جاتے ہوئے مدینہ شریف سے ہی گذرنا تھا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ پر حملہ کرنے کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے دیا تاکہ وہ جنگی طاقت جو مسلمانوں کے خلاف تیار کی جا رہی ہے اس کو ان کے جارحانہ اقدام سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ یہ ایک جنگی دفاعی تدبیر تھی جس کو کوئی بھی اہلِ عقل وفہم ناجائز نہیں کہہ سکتا۔

مکی زندگی میں مسلمانوں پر قریش کے بے پناہ مظالم اور پھر مدینہ منورہ میں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دینا بلکہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ان کے مذموم عزائم کیا اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ مظلوم مسلمان اسلام کی بقا کی خاطر قریش کی جارحیت کا جواب دیں اور ظالم پنجے کو اس کے اٹھنے سے پہلے ہی توڑ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں صحابہ کرامؓ کا مقصد ظلم کو پھیلانا نہیں بلکہ ظلم کو مٹانا تھا اور اسلامی جہاد کا دراصل مقصد ہی یہی ہے کہ طاغوتی طاقتوں کا استیصال کر کے اللہ کے بندوں کو امن و سلامتی اور نجات و فلاح کے راستے پر چلا جائے۔ اسی مقصد عظیم کے لیے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان نازک حالات کے تحت فوری تیاری کر کے اپنے ۳۱۳ غازیانِ اسلام کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ ابوسفیان کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام کی اطلاع ملی تو انہوں نے مزید کمک حاصل کرنے کے لیے اپنا قاصد مکہ روانہ کر دیا۔ قریش مکہ جو پہلے ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے مشتعل ہو کر ابوجہل کی قیادت میں اپنی پوری جنگی قوت کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ کفار کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے پاس سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔ رؤسائے قریش ہر منزل پر باری باری نو، دس اونٹ ذبح کرتے تھے۔

④ ادھر ابوسفیان نے مسلمانوں کے حملے سے بچنے کے لیے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ راستہ بدل دیا اور سلامتی سے نکل گئے۔ راستے میں جب آنحضرت ﷺ کو قافلہ کے بچ نکلنے اور لشکر قریش کے آنے کا علم ہوا تو اپنے جاں بازوں سے مشورہ لیا کیونکہ مجاہدین اسلام کی تعداد تھوڑی تھی اور وسائل بھی کم تھے۔ چنانچہ لشکرِ اسلام میں ستر اونٹ اور صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ عالمِ اسباب کے پیش نظر جب رحمۃ للعالمین ﷺ نے قریش کے مقابلہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے قریش سے جنگ کرنے کے لیے پُرجوش تقریریں کیں اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے (جو مہاجرین اوّلین میں سے ہیں) عرض کیا کہ حضور ﷺ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے کہا کہ ''اے موسیٰ! آپ اور آپ کا خدا جا کر دشمن سے لڑیں۔ ہم تو یہاں بیٹھ کر دیکھیں گے۔'' بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے آپ کے حکم سے جانیں قربان کریں گے۔ سرفروشوں کی ان تقریروں سے آنحضرت ﷺ کا چہرہ چمک اُٹھا لیکن آپ دراصل انصار کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ انصار نے جب محسوس کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (رئیس خزرج) نے یوں تقریر کی کہ ''حضور ﷺ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کودنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور ﷺ! ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ جس سے چاہیں جوڑیں اور جس سے چاہیں توڑیں۔ جس سے چاہیں صلح کریں جس سے چاہیں جنگ کریں۔ ہمیں سب کچھ منظور ہے۔'' مہاجرین و انصار کے ان فداکارانہ بیانات سے آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور قریش کے مقابلے میں جانے کا حکم دے دیا۔ حتیٰ کہ ادھر سے قریش اور ادھر سے لشکرِ اسلام بدر کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ لشکرِ قریش نے پہلے پہنچ کر جنگی لحاظ سے سخت زمین اور پانی پر بھی قبضہ کر لیا تھا مگر لشکرِ اسلام کو ریتلی زمین ملی اور پانی کی مقدار بھی ناکافی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے لیے میدانِ جنگ کے ایک طرف ٹیلہ پر عریش (چھپر) بنایا گیا جس میں یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی معیت میں اندر تھے اور باہر تلوار لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتے رہے۔ اب اس جگہ مسجد بنا دی گئی ہے جس کا نام مسجد عریش ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے رات کو میدانِ جنگ کا جائزہ لیا اور رؤسائے کفر کے بارے میں فرمایا کہ فلاں اس جگہ ہلاک ہوگا اور

فلاں اس جگہ اور ابو جہل کے مقامِ ہلاکت کی بھی نشان دہی فرمائی۔

دعائے نبوی

اپنے عریش (چھپر) میں رحمۃ للعالمین ﷺ دعائیں کرتے رہے اور یہاں تک زاری کی کہ "اللھم .... ما وعدتنی۔ اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لاتعبد فی الارض" (اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری (خالص) عبادت نہیں ہو سکے گی)

رحمۃ للعالمین ﷺ پر شانِ عبدیت کا غلبہ تھا۔ آپ حق تعالیٰ کی بے نیازی کے پیشِ نظر سجدہ و دعا میں مستغرق تھے۔ اس حال میں چادر مبارک کندھے سے اتر جاتی تھی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے محبوب اعظم ﷺ کی اس پریشانی کی وجہ سے پریشان تھے۔ چادر اٹھا کر آپ ﷺ کے دوشِ مبارک پر ڈال دیتے تھے اور دربارِ نبوی میں عرض کر رہے تھے کہ حضور ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور بشارت سنائی کہ: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (سورۃ القمر ع ۲ آیت ۴۵) عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے)۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے یارِ غار سے یہ بھی فرمایا:

ابشر یا ابو بکر اتاك نصر اللہ۔ ھذا جبرئیل ......الیٰ...... الغبار (فتح الباری جلد ۷)

"اے ابو بکر! بشارت ہو۔ اللہ کی مدد تیرے پاس آ پہنچی ہے۔ یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اس کو کھینچ رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر غبار ہے۔"

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ملائکہ (فرشتے) انسان نہیں ہوتے لیکن باذنِ خداوندی انسان کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ کوئی انسان ہے اور انسانی احوال ان پر دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ کے دانتوں پر غبار کا نظر آنا اسی تمثل پر مبنی ہے۔

جنگ کا آغاز

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کے دن یہ عظیم معرکہ بدر پیش آیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ شرعاً مسافر تھے اور جنگ و قتال بھی سامنے تھا اس لیے آنحضرت ﷺ نے روزے نہ رکھنے کا حکم دے دیا

تھا۔ بہر حال دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے جس کا ذکر حسب ذیل آیت میں ہے:

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ (آل عمران ٢٤، آیت: ١٣)

"بے شک تمہارے لیے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے۔ ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ زیادہ ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں (سو) بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے (دانش) بینش والے لوگوں کو۔" (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

مبارزت اور کھلی جنگ

کھلی جنگ ہونے سے پہلے مسلمانوں کے پانی کے حوض پر قریش نے تیر برسانے شروع کر دیے تھے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مہجعؓ تیر لگنے سے شہید ہوگئے۔ یہ معرکۂ بدر کے پہلے شہید ہیں۔ ان کے بعد پانی پینے کے موقع پر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن سراقہ بھی دشمن کے تیر سے شہید ہوگئے۔ اس سلسلہ میں ایک شقی کافر اسود مخزومی حوض کو تباہ کرنے کے لیے حملہ آور ہوا تو اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر جب مومنین اور کافرین کے دونوں لشکر مقابلے میں آئے تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیانِ بدر کی صفیں درست کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں نیزہ تھا۔ ادھر ابوجہل گھوڑے پر سوار کفار کی صفیں درست کر رہا تھا۔ قریش اپنی جنگی قوت اور تعداد پر نازاں تھے۔ قریش کا سپہ سالار عتبہ تھا جو مکہ کا رئیس اعظم تھا۔ وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ساتھ میدانِ کارزار میں نکلا اور ھل من مبارز کی صدا بلند کی۔ یعنی اس نے للکارا کہ کوئی ہے جو ہمارے مقابلہ پر آئے۔ کفر کی اس للکار پر لشکرِ اسلام میں سے انصار کے یہ تین غازی مقابلے میں نکلے۔ حضرت عوف بن حارث، حضرت معاذ بن حارث اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم، عتبہ نے ان کا نام و نسبت دریافت کیا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ انصار میں سے ہیں تو کہا کہ تم ہمارا جوڑ نہیں۔ ہمارا جوڑ وہ ہیں جو ہماری برادری کے ہیں۔ وہ ہمارے مقابلے پر آئیں۔ تو اس کے

جواب میں آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے چچا زاد بھائی حضرت عبیدہؓ بن الحارث بن عبدالمطلب کو مقابلہ کے لیے میدان میں نکالا اس مقابلے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں عتبہ کا بھائی شیبہ تھا۔ حضرت عبیدہ شیبہ کی تلوار سے سخت زخمی ہو گئے۔ آپ کا پاؤں کٹ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اُٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ رحمۃ للعالمین نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور ان کو شہادت کی بشارت دی۔ چنانچہ حضرت عبیدہؓ نے بدر سے واپسی پر راستہ میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت عبیدہؓ آنحضرت ﷺ سے عمر میں دس سال بڑے اور اصحاب بدر میں سب سے معمر صحابی تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جنگ کا آغاز

مبارزت کے بعد مومنین و مشرکین کی عام جنگ شروع ہوگئی جس میں سے ۱۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت عظمیٰ کا جام نوش فرمایا جن میں ۶ مہاجرین اور ۸ انصار تھے اور کفار قریش میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر گرفتار کر لیے گئے۔ ان مقتولین میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید اور امیہ بن خلف وغیرہ ہیں۔ یہ وہی امیہ ہے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا اور جن ۱۴ رؤسائے قریش نے مکہ کے دارالندوہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا تھا ان میں سے گیارہ سرداران قریش مارے گئے اور تین بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ کا چچا ابولہب کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکا تھا لیکن بعد میں وہ عذاب کے پھوڑا سے ہلاک ہوا اور اس کے بدن میں اس قدر بدبو پھیل گئی کہ اس کی میت مکان سے باہر نہ نکال سکے اور وہاں ہی زمین میں گاڑ دیا گیا۔ ابوجہل کو معاذؓ اور معوذؓ انصاری بھائیوں نے قتل کیا اور وہ اور دوسرے روساء کی لاشیں اسی جگہ ملیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے نشان دہی فرمائی تھی۔ ابوجہل کی لاش جب ملی تو وہ بھی جاں بلب تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابوجہل کو قتل کرنے کے لیے اس کی گردن پر پاؤں رکھا تو اُس نے گھور کر کہا کہ اے بکری چرانے والے تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ پھر کہا کہ تم نے قتل تو کرنا ہے لیکن

میرا سر شانہ سے اُتارنا تا کہ قریش کے تمام مقتولوں میں میری گردن بلند نظر آئے۔اور ابوجہل نے یہ بھی کہا کہ محمد (ﷺ) کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ آج تمہاری عداوت اور بغض میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ ہے (العیاذ باللہ) حضرت ابن مسعودؓ، ابوجہل کا سَر کاٹ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور اس کا پیغام بھی سنایا تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے بھی سخت تھا۔فرعونِ موسیٰ نے تو مرتے وقت توبہ کی (جو قبول نہ ہوئی) لیکن اس نے تو بجائے توبہ کے اور بھی تکبر کا اظہار کیا ہے۔مقتولین قریش میں سے ۲۴ رؤسائے قریش کی لاشیں ایک گندے کنوئیں میں ڈال دی گئی اور باقیوں کو دوسری جگہ گاڑ دیا گیا۔یہ ہے کفار و مشرکین کا انجام کہ قادر مطلق نے حسب وعدہ ان کی جڑ ہی کاٹ دی اور رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ جہاد حقیقتاً ایک بڑی رحمت ثابت ہوا کہ طاغوتی رکاوٹیں ہٹا دی گئیں اور توحید رسالت کے انوار اطراف عالم میں پھیل گئے۔

اسیرانِ بدر

ستر اسیرانِ بدر میں صرف عقبہ بن ابی معیط اور نضیر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔اسیران بدر میں رحمۃ للعالمین ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی (حضرت) عقیل بن ابی طالب بھی تھے اور آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص بھی تھے (جو بنتِ رسول حضرت زینبؓ کے شوہر تھے) مگر یہ تینوں بعد میں مسلمان ہو گئے۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ جنگ کفر و اسلام کی اصولی جنگ تھی۔اسلام کی بناء پر برادریاں تقسیم ہو گئی تھیں۔جو قریش آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے وہ لشکر اسلام میں اور جن کو اس وقت تک ایمان نہیں نصیب ہوا تھا وہ لشکر کفر میں شریک تھے۔اصحابِ رسول ﷺ نے دین حق کی خاطر برادری اور وطن کے تمام بُت پاش پاش کر دیے تھے۔جہاں حضرت علیؓ غازیانِ بدر میں شامل تھے اور تلوار زنی کے جوہر دکھا رہے تھے وہاں آپ کے بھائی عقیل دشمنوں کی صفوں میں تھے۔اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کے مشیر وزیر ہیں تو وہیں جنگِ بدر میں آپؓ کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن آپ کے مقابلے میں تھے۔جہاں حضرت عمر فاروقؓ جاں نثارانِ اسلام میں پیش پیش تھے وہاں آپ کا ماموں ابوجہل کے لشکر

میں تھا اور دورانِ جنگ فاروقِ اعظمؓ نے خونی برادری سے بالاتر ہو کر اپنے ماموں کو قتل کر دیا تھا۔ یہی ہیں وہ معیت محمدی کے فیض یافتہ اصحابؓ جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ فتح آخری رکوع) وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

کفار قریش کا جو مال و سامان ہاتھ لگا وہ آنحضرت ﷺ نے غازیانِ بدر پر تقسیم کر دیا اور مال غنیمت میں سے حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ آٹھ صحابہ کو حصہ دیا جو آنحضرت ﷺ کے حکم سے دوسری ڈیوٹیوں میں مصروف رہے اور جنگ میں شریک نہیں ہو سکے۔ چنانچہ طلحہؓ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے تحت شام کی طرف گئے ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں چونکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں اس لیے آپ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں چھوڑ آئے تھے اور جب غازیانِ بدر فتح اسلام کا پھریرا اڑاتے ہوئے واپس مدینہ پہنچے تو اُس وقت حضرت عثمانؓ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نصرتِ خداوندی کا عظیم الشان ظہور

سورۃ الحج کی آیت میں جب پہلی بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار سے جہاد و قتال کا حکم دیا گیا تو اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ: وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری قدرت رکھتا ہے) چنانچہ غزوۂ بدر میں قادر مطلق نے اپنا وعدہ نصرت پورا کر کے دکھا دیا۔ حالانکہ عالمِ اسباب میں صحابۂ کرامؓ اپنی تعداد اور جنگی قوت کے لحاظ سے کفار کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ اس وقت کی جنگیں نہ ہوائی جنگیں تھی اور نہ ایٹمی ہتھیاروں کی بلکہ قوتِ بازو اور ہمت و شجاعت کی جنگیں تھیں۔ ۳۱۳ کے مقابلہ میں ایک ہزار جنگجو بہادر تھے جن میں بڑے بڑے تلوار زن اور تیر آزما تھے اور ان کے وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکا تھا کہ موت اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے اور ان کے ستر ناموروں کو ان مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں بدر کے مقام پر موت کے گھاٹ اُتار دیا

جائے گا اوران کی متعفن لاشیں یوں گندے کنوئیں میں ڈال دی جائیں گی لیکن یہ اُس قدیر وعلیم خدا کی نصرت کا کرشمہ ہے جس نے حبشہ کے ابرہہ کے مست ہاتھیوں کے لشکر کو ابابیل کے ذریعہ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ۔ جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کچل کر کے رکھ دیا تھا۔ اُس نے قریش کے کچل تنوں کو اصحابِ رسول ﷺ کے ہاتھوں خاک وخون میں تڑپا کر نیست و نابود کر دیا۔ یہ وہی اصحابؓ بدر ہیں جن کی نصرت کے لیے آسمانوں سے فرشتوں کی فوجیں بھی نازل ہوئیں۔ حقیقت میں تو قدرتِ خداوندی کام کر رہی تھی لیکن بظاہر اصحابِ بدر تھے جو محض آلہ کار خداوندی تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ وَ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

(سورۃ الانفال آیت:۱۷)

''سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالی نے (بے شک) ان کو قتل کیا اور آپ ﷺ نے خاک کی مٹی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالی نے وہ پھینکی۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

غزوۂ بدر کی خصوصیات

① غزوۂ بدر اسلام اور کفر کا پہلا اور عظیم معرکہ ہے جس میں ایک ہی قبیلۂ قریش کے عزیز و اقارب ایک دوسرے کے مقابلے میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ ایک طرف لشکرِ اسلام تھا اور دوسری طرف لشکرِ کفر۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

قَدۡ کَانَ لَکُمۡ اٰیَةٌ فِیۡ فِئَتَیۡنِ الۡتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ اُخۡرٰی کَافِرَةٌ یَّرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَیۡهِمۡ رَاۡیَ الۡعَیۡنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ (سورۃ آل عمران رکوع ۲ آیت:۱۳)

''تمہارے لیے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے۔ ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ (زیادہ) ہیں کھلی آنکھوں دیکھا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دے دیتے ہیں۔''

② سورۃ الانفال اور سورۃ آل عمران میں جنگِ بدر کی تفصیلات مذکور ہیں جن میں غازیانِ بدر کی نصرت کے لیے ربّ العالمین نے ملائکہ بھیجنے کی اطلاع دی ہے۔

③ غازیانِ بدر کے ساتھ ہو کر ملائکہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ کُلَّ بَنَانٍ (سورۃ الانفال رکوع ۲، آیت:۱۲)

ترجمہ: ''اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا رب (ان) فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی (مددگار) ہوں۔ (سو مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ سو تم کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ ان کو سخت سزا دیتے ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ نے غازیانِ بدر کو مطمئن کرنے کے لیے ان پر اونگھ طاری کر دی۔ چنانچہ فرمایا:

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْهُ (الانفال، آیت:۱۱)

ترجمہ: ''اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے۔''

⑤ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر کے لیے خصوصی طور پر بارش نازل کر دی۔ چنانچہ فرمایا:

وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (الانفال، آیت:۱۱)

''اور (اس سے قبل) تم پر آسمان سے پانی برسایا تاکہ اس پانی کے ذریعہ تم کو حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر (غسل واجب ہونے سے) پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔''

علامہ شبیر احمد صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لیے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ بے سروسامان تھے۔ ...... مقابلہ کے لیے تیار ہو کر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز و سامان سے کبر و غرور کے نشے میں سرشار ہو کر نکلا تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی ہی قابلِ ذکر ٹکر تھی۔ پھر صورت ایسی پیش آئی کہ کفار نے پہلے سے اچھی جگہ اور پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

مسلمان نشیب میں تھے۔ ریت بہت زیادہ تھی جس میں چلتے ہوئے پاؤں دھنستے تھے۔ گردوغبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ پانی نہ ملنے سے ایک طرف غسل و وضو کی تکلیف دوسری طرف تشنگی ستا رہی تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ بظاہر یہ آثار شکست کے ہیں۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر واقعی تم خدا کے مقبول بندے ہوتے تو ضرور تائید ایزدی تمہاری طرف ہوتی اور ایسی پریشان کن اور یاس انگیز صورت حال پیش نہ آتی۔ اس وقت حق تعالیٰ نے رحمت کاملہ سے زور کا مینہ برسایا جس سے میدان کی ریت جم گئی۔ غسل و وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی کی افراط ہو گئی۔ گردو غبارے سے نجات ملی۔ کفار کا لشکر جس جگہ تھا وہاں کیچڑ اور پھسلن سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کر دی۔ آنکھ کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس جاتا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ رات بھر عریش میں مشغول دعا رہے۔ اخیر میں حضور ﷺ پر خفیف سی غنودگی طاری ہوئی۔ جب اس سے چونکے تو فرمایا۔ خوش ہو جاؤ کہ جبرئیل تمہاری مدد کو آرہے ہیں۔ عریش سے باہر تشریف لائے تو زبان پر جاری تھا (یعنی عنقریب دشمن کا لشکر پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے گا)۔ بہرحال اس باران رحمت نے بدن کو احداث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کر دیا۔ ادھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور اندر سے ڈر نکل کر دل مضبوط ہو گئے۔'' اور انہی آیات کے تحت حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی تحریر فرماتے ہیں:

معرکہ کی پہلی رات تھی تین سو تیرہ بے سامان لوگوں کا مقابلہ اپنے سے تین گنی تعداد یعنی ایک ہزار مسلح افواج سے تھا۔ میدان جنگ کا بھی اچھا مقام ان کے قبضہ میں آچکا تھا۔ نچلا حصہ وہ بھی سخت ریتلا جس میں چلنا دشوار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ طبعی پریشانی اور فکر سب کو تھی بعض لوگوں کے دل میں شیطان نے یہ وساوس بھی ڈالنے شروع کیے کہ تم لوگ اپنے آپ کو حق پر کہتے ہو اور اس وقت بھی بجائے آرام کرنے کے نماز تہجد وغیرہ میں مشغول ہو مگر حال یہ ہے کہ دشمن ہر حیثیت سے تم پر غالب اور تم سے بڑھا ہوا ہے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک خاص قسم کی نیند مسلط فرما دی جس نے ہر مسلمان کو خواہ اس کا ارادہ سونے کا تھا یا نہیں جبراً سلا دیا۔ حافظ حدیث ابویعلیٰؒ نے نقل کیا

ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ بدر کی اس رات میں ہم میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو سو نہ گیا ہو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار رہ کر صبح تک نمازِ تہجد میں مشغول رہے..... بعض روایات میں ہے کہ آپ نے عریش (یعنی سائبان) سے باہر نکل کر مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ابوجہل کی قتل گاہ ہے۔ یہ فلاں کی یہ فلاں کی اور پھر ٹھیک اسی طرح واقعات پیش آئے" (تفسیر مظہری) اور جیسا غزوۂ بدر میں تکان اور پریشانی دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام پر ایک خاص قسم کی نیند مسلط فرمائی اسی طرح غزوۂ اُحد میں بھی اسی طرح کا واقعہ ہوا۔ الخ۔ (تفسیر معارف القرآن جلد چہارم سورۃ الانفال)

⑥ میدانِ جنگ میں آنحضرت نے خاک کی مٹھی بھر کر لشکرِ کفار کی طرف پھینکی اور زبان مبارک سے یہ فرمایا: شاھت الوجوہ تو کفار میں بھگدڑ مچ گئی۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال آیت ۱۷) ترجمہ: اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جب پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔ نیز فرمایا: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ (الانفال، آیت: ۱۷) "سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے (بے شک) ان کو قتل کیا۔"

حالانکہ بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کافروں کو قتل کیا ہے لیکن قادر مطلق نے ان کے قتل کرنے کو اپنی طرف منسوب کر لیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ تو غازیانِ بدر کے تھے لیکن ان میں قوت اللہ تعالیٰ نے بھر دی تھی اس میں اصحابِ بدر کی بڑی شان پائی جاتی ہے۔

⑦ اللہ تعالیٰ نے غازیانِ بدر کی نگاہ میں کفار کو تھوڑا کر کے دکھایا اور کافروں کی نگاہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کم کر کے دکھلایا۔ چنانچہ فرمایا: وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (سورۃ الانفال، آیت: ۴۴) "اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم کو جب کہ تم مقابل ہوئے وہ لوگ تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے۔"

⑧ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے سلسلے میں یہ بشارت سُنا دی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کی جڑ کاٹ دے گا۔ چنانچہ فرمایا: وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (سورۃ الانفال، آیت: ۸) ''اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا ہونا (عملاً) ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کر دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً) ثابت کر دے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔''

حضرت مولانا تھانوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''اس غلبہ کو باوجود اس کے کہ تمام کفار قریش ہلاک نہ ہوئے تھے قطع دابر (یعنی ان کی جڑ کاٹنا) اس لیے کہا کہ اس واقعہ سے ان کی قوت بالکل فنا ہوگئی تھی کیونکہ ان کے بڑے بڑے رئیس ستر قتل اور ستر قید ہوئے تھے۔ اس طرح گویا وہ سب ہی ختم ہو گئے تھے۔''

غازیانِ بدر کی عظمت شان حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں معجزانہ طور پر بیان فرمائی ہے اور سورۃ الانفال اور سورۃ آل عمران میں غزوۂ بدر اور اصحاب بدر کی جو خصوصیات مذکور ہیں یہ اس امر کی دلیل ہیں کہ اصحابِ بدر کو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت حاصل ہے اور احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ان کی افضلیت واضح ہوتی ہے چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے عریش (چھپر) میں جو دعا فرمائی تھی، اس کے متعلق استاذ العلماء حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے رفقاء صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) اور وہ بھی اکثر غیر مسلح ہیں اور مقابلہ پر تقریباً ایک ہزار جوانوں کا مسلح لشکر ہے تو اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں نصرت و امداد کی دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ آپ دُعا مانگتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ آمین کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ کلمات نقل فرمائے ہیں:

یا اللہ! مجھ سے جو وعدہ آپ نے فرمایا ہے اس کو جلدی پورا فرما دے۔ یا اللہ! اگر یہ تھوڑی سی جماعت مسلمین فنا ہوگئی تو پھر زمین میں کوئی تیری عبادت کرنے والا باقی نہیں رہے گا (کیونکہ ساری زمین کفر و شرک سے بھری ہوئی ہے۔ یہی چند مسلمان ہیں جو صحیح عبادت بجا لاتے ہیں) (تفسیر معارف القرآن جلد ۴، سورۃ الانفال)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دُعا قبول ہوئی اور غازیانِ بدر کو ایک تاریخی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔

اس دعائے نبوی ﷺ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالم اسباب میں یہ غازیانِ بدر حق تعالیٰ کی توحید کی بقا کا واحد سبب تھے۔ دین و شریعت کے تحفظ اور غلبہ کے لیے بطور جارحہ الٰہی تھے اور انہی کی قربانیوں کی وجہ سے آج ہم کو اسلام اور قرآن کی نعمت نصیب ہوئی ہے۔ یہ جماعت صحابہ اور خصوصاً اصحاب بدر قیامت تک کی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے لیے عظیم محسن ہیں ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ پھر کتنے بدبخت اور شقی ہیں وہ لوگ جو اصحابؓ بدر اور جماعت صحابہ کی اکثریت پر کفر و نفاق کا بہتان تراشتے ہیں۔

② اصحاب بدر کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں یہ ارشاد فرمایا:

لعل اللہ اطلع الی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ۔

(بخاری شریف۔ باب فضل من شھد بدرًا)

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ فرمایا کہ جو چاہے کرو جنت تمہارے لیے واجب ہو چکی۔"

لیکن جو چاہے کرو سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ اگر گناہ بھی کریں تو پھر بھی یقیناً جنتی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس درجے کا اخلاص و تقویٰ عطا فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے ہی نہیں۔ اگرچہ وہ معصوم نہیں لیکن حق تعالیٰ کے خصوصی فضل سے وہ محفوظ ہو چکے ہیں اور اس قسم کے الفاظ قرآن حکیم میں اہل جنت کے لیے بھی فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم "تم کو جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہو گے۔"

اور جنت میں اہل جنت تو کسی ایسی چیز کی خواہش ہی نہیں کریں گے جو ناجائز اور قبیح ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ گو اصحاب بدر اس دنیا میں زندگی گزار رہے تھے لیکن وہ زمین پر بھی چلتے پھرتے جنتی لوگ تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو ملائکہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت کے لیے نازل ہوئے ہیں اور انہوں نے صحابہ کے ساتھ کفار سے جنگ کی ہے وہ ان ملائکہ سے افضل ہیں جن کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی۔ اسی طرح اصحاب بدر بھی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

وہ اصحاب جن کو اصحابِؓ بدر میں شمار کیا گیا

حسب ذیل آٹھ صحابہ جو جنگ بدر میں گو شریک نہ تھے لیکن ان کو رسول ﷺ نے بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا کیونکہ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے حکم کے تحت دوسرے کاموں کو

انجام دیتے رہے تھے:

(۱) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، آپ کو آنحضرت ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں) تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں چھوڑ آئے تھے (۲) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ (۳) حضرت سعیدؓ بن زید ان دونوں کو آنحضرت ﷺ نے مدینہ سے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لے روانہ فرمایا تھا (۴) حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کو حضور ﷺ بغرض انتظام مدینہ میں ہی چھوڑ آئے تھے (۵) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی ان کو حضور ﷺ مدینہ منورہ کے عالیہ (حصے) میں چھوڑ آئے تھے (۶) حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن حاطب بن عمرو۔ ان کو بھی آنحضرت ﷺ نے کسی خدمت کے لیے مامور فرما دیا تھا۔ (۷) حضرت حارثؓ بن الصمہ، ان کو راستہ میں چوٹ لگ گئی تھی اس لیے جنگ میں شریک نہ ہو سکے لیکن مال غنیمت میں سے حصہ دیا گیا (۸) حضرت خوات بن جبیر انصاری (بحوالہ تاریخ ابن الاثیر ج ۲)

شہدائے بدر کے نام

حسب ذیل ۱۴ اصحاب بدر نے جام شہادت نوش فرمایا تھا: (۱) حضرت مہجع بن صالح (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (۲) حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب (بوقت شہادت ان کی عمر ۶۳ برس تھی) (۳) حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص (فاتح ایران حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی) (۴) حضرت عاقلؓ بن بکیر (۵) حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر (۶) حضرت عوف رضی اللہ عنہ بن عفراء انصاری حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے سات بیٹے جنگ بدر میں شریک ہوئے (۷) حضرت معوذؓ بن عفرا (۸) حضرت حارثؓ بن سراقہ انصاری (۹) حضرت یزیدؓ بن حارث انصاری (۱۰) حضرت رافع بن معلی انصاری (۱۱) حضرت عمیرؓ بن حمام انصاری (۱۲) حضرت عمارؓ بن زیاد انصاری (۱۳) حضرت سعدؓ بن خثیمہؓ انصاری (۱۴) حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر انصاری۔

بعض مشاہیر اصحابؓ بدر

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان ذوالنورینؓ (۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۵) حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب (۶) حضرت طلحہؓ (۷) حضرت زبیرؓ (۸) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (۹) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف (۱۰) حضرت زیدؓ بن حارث (۱۱)

حضرت خباب بن ارت (۱۲) حضرت ابو حذیفہؓ (۱۳) حضرت عکاشہؓ (۱۴) حضرت مصعب بن عمیر (۱۵) حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ (۱۶) حضرت عبداللہؓ بن مسعود (۱۷) حضرت صہیب رومیؓ (۱۸) حضرت ارقمؓ (۱۹) حضرت سعیدؓ بن زید (۲۰) حضرت مقدادؓ بن اسود (۲۱) حضرت بلال بن رباح (۲۲) حضرت عامرؓ بن فہیرہ (۲۳) حضرت عثمانؓ بن مظعون (۲۴) حضرت عبداللہؓ بن جحش (۲۵) حضرت زیدؓ بن حارثہ (۲۶) حضرت زیدؓ بن الخطاب (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں)۔ یہ سب مہاجرین صحابہؓ ہیں اور جو مہاجرین شہید ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں (۲۷) حضرت سعد بن معاذ انصاری (۲۸) حضرت محمد بن مسلمہ انصاری (۲۹) حضرت قتادہؓ بن (۳۰) حضرت ابولبابہ (۳۱) حضرت عبداللہؓ بن جبیر (۳۲) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ (۳۳) حضرت سعدؓ بن ربیع (۳۴) حضرت عبادہ بن الصامت (۳۵) حضرت ابو دجانہ (۳۶) حضرت عمروؓ بن الجموح (۳۷) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح (۳۸) حضرت معوذؓ بن عمرو بن الجموح (۳۹) حضرت طفیلؓ بن مالک (۴۰) حضرت جابرؓ (۴۱) حضرت معاذؓ بن جبل (۴۲) حضرت رفاعہؓ بن رافع (۴۳) حضرت خزیمہؓ بن اوس (۴۴) حضرت ابیؓ بن کعب (۴۵) حضرت اوسؓ بن الثابت (۴۶) حضرت معاذؓ بن الحارث (۴۷) حضرت معوذؓ بن الحارث (۴۸) حضرت ثعلبہؓ (۴۹) حضرت خزیمہؓ بن اوس (یہ انصاری صحابہ ہیں) طبقہ کے لحاظ سے مہاجرین انصار صحابہ سے افضل ہیں۔

جنگ بدر پرچم نبوی ﷺ نبوی ﷺ کے سایہ میں ۳۱۳ اصحابؓ نے لڑی ہے۔ یہ خالص اسلام و کفر کا معرکہ تھا۔ اعزازی طور پر اصحاب بدر کی نصرت کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے۔ فرشتوں نے باذن اللہ اصحاب رضی اللہ عنہم کی اتباع میں کفار کو قتل بھی کیا۔ قرآن و حدیث میں اصحابؓ بدر کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مخصوص دُعا کے پیش نظر اصحابؓ بدر توحید خداوندی کی تبلیغ و تحفظ کا ایک ذریعہ تھے۔ جنگ بدر کی تفصیلات قرآن میں مذکور ہیں اور حادثہ کربلا ۱۰ رمحرم ۶۱ھ میں پیش آیا۔ کربلا کے قائد نواسۂ رسول ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے جو اپنے ۷۲/۷۷ جاں نثاروں سمیت معرکہ کربلا میں شہید ہوگئے بے شک یہ اپنے دَور کی بڑی مظلومانہ شہادت ہے لیکن امت کی زبوں حالی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ۱۰ رمحرم کو کربلا کی یادگاریں تو ہر جگہ منائی جاتی ہیں لیکن ہر سال رمضان آتا ہے۔ ۱۷ ررمضان کی تاریخ بھی گذر جاتی ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے حکومت کی طرف سے کسی سطح پر بھی قرآن کے اصحابؓ بدر کو خراج عقیدت نہیں پیش کیا گیا۔ سنی سربراہان مملکت نے بھی کبھی اصحاب بدر کو یاد نہیں کیا۔ سیاست دان اور حکمرانوں کو تو اقتدار

کی رسہ کشی سے کبھی فرصت نہیں ملتی لیکن عموماً علمائے کرام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ غزوۂ بدر کو اپنی تقاریر کا خصوصی موضوع نہیں بناتے۔ الا ماشاء اللہ۔ البتہ ماہ رمضان میں بعض اخبارات میں غزوۂ بدر پر اِکّے دُکّے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے سُنّی قوم اصحابِ بدر سے اپنی عقیدت اور وفا کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرتی اور دینی مدارس میں بھی گو ترجمہ اور درس قرآن کے سلسلہ میں سورۃ انفال کی آیات بھی آتی ہیں لیکن اساتذہ طلباء کے ذہن میں غزوۂ بدر کی اہمیت کا کوئی نقش نہیں بٹھاتے۔ یہ کتنی بڑی ناشکری ہے کہ وہ اصحاب بدر جو ارادۃ الٰہی کے ظہور کے لیے بطور جارحہ کام آئے ہیں ان کو اس طرح نظر انداز کر دیا جائے گویا کہ یہ کوئی اسلام وکفر کا معرکہ ہی نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کربلا ہو یا کوئی اور حق و باطل کی جنگ کسی کو بھی وہ فضیلت حاصل نہیں ہے جو ان اسلامی جنگوں کو حاصل ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی قیادت میں لڑی گئی ہیں۔

وفیات

(۱) (چکوال) حافظ عبدالوحید حنفی صاحب کی ممانی صاحبہ گذشتہ ماہ انتقال فرما گئیں (۲) حاجی برکت علی کے پوتے اور محمد ثاقب کے بیٹے رضاء الٰہی سے (۳) حاجی محمد حیات صاحب دیرینہ کارکن تحریک خدام اہل سنت منارہ ضلع چکوال میں (۴) راجہ امیر خان صاحب چک عمراء ضلع چکوال (۵) کوٹلی (آزاد کشمیر) ڈاکٹر ابرار صاحب کا جوان بھائی عمیر اور چچی صاحبہ (۶) کوٹلی سہنسہ آزاد کشمیر، ارشد ڈرائیور المعروف اسامہ (۷) قاری محمد انور حسین انور صاحب مہتمم مدرسہ مظہر العلوم وخطیب جامع مسجد عبداللطیف سماہنی ضلع میر پور کی حقیقی خالہ (۸) مدرسہ حسینیہ حقانیہ، للبنات وللبنین موضع خشکن تحصیل ساہیوال ضلع سرگودھا کے بانی ومہتمم استاذ شیر محمد صاحب (۹) محقق عالمِ دین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب، لاہور، قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

حق تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعاؤں کی اپیل ہے (ادارہ)

ابطالِ باطل

ماہنامہ ”اذکار العارف لاہور“ کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

اصحاب احد کے ایمانی کمالات اور حاسدین کے بُرے حالات

تمام تر شر و فساد کا اصل منبع ”حسد“ ہے، یہ ایک بشری کمزوری ہے، مگر وہ لوگ کس قدر قابل رحم ہیں کہ جنہوں نے بجائے اس کمزوری کی اصلاح کر کے دور کرنے کے، اسے افراد سے ”جماعت“ میں منتقل کیا اور پھر باضابطہ اس پر نظریات کا طومار باندھ دیا اور اب صدیوں سے وہ اس مرضِ مُزمن کا نہ صرف شکار ہوتے چلے آرہے ہیں بلکہ اس پر تفاخر کا اظہار کرتے ہیں۔ حُسّاد ہمیشہ دوسروں کے کاندھے استعمال کر کے اپنے محسود پر بھڑاس نکالتے ہیں، جیسا کہ یہود انبیاءِ سابقینؑ سے اپنی نسبتوں کا اظہار کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا بابرکات سے ”حسد“ کرتے ہیں اور ”آلِ یہود“ حضرات اہل بیتؓ سے عقیدت کا دم بھر کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بُغض و حسد رکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ زندگیوں کی کھوج کرید کر کے اپنی جہالت و غباوت سے ان کی منقصت کرنا شیوۂ رفض ہے جبکہ منقبت کے قصیدے پڑھنا شعار اہل سُنت ہے۔ ہمارے مخاطب موصوف بھی اپنے امامی مقتداؤں کی طرح اظہار ”تبرا“ کرنے میں پیش پیش ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر وہ اپنے مدرسہ کی چار دیواری میں ”امامی ترجمان“ نہیں کہلوائے جاسکتے۔ مولانا ملک فیض محمد کھیالوی کی ایک کتاب کی نئی طباعت میں حاشیہ آرائی ہو، یا فرضی و بے قلمی نام کے ساتھ لاتعداد صفحات کی فوٹو کاپیاں کروا کر ”تحقیقی دستاویز“ نامی دستہ ہو، موصوف اصحاب نبی ﷺ پر طعن و تنقید کا کوئی نہ کوئی چور دروازہ کھلا رکھتے ہیں۔

حال ہی میں وطنِ عزیز کی مسندِ وزارتِ عظمیٰ سے جو بول سُنے گئے ہیں اُن میں بر سبیل تذکرہ اصحاب احد و بدر کے متعلق چند خلاف احتیاط کلمات کا صدور بھی ہوا ہے۔ یہ الفاظ بھلے لاعلمی، غلط

فہمی، سبقتِ لسانی یا اصطلاحاتِ شرعی سے ناسمجھی کی بناء پر صادر ہوئے ہوں، تاہم یہ بات عقلاء کے ہاں کم و بیش مُسلّمہ ہے کہ ہر بے احتیاطی کے پیچھے کوئی نہ کوئی زہریلا پروپیگنڈا ہوتا ہے۔ مسند وعہدہ کے پیش نظر اگرچہ وہ کلمات شر ثابت ہوا چاہتے تھے مگر اس شر سے خیر کے چشمے یوں بہہ نکلے کہ پورے ملک کے منبر و محراب، چوک و چورا ہے اور قریہ و قصبات اصحاب احد و بدر کے ساتھ ایمانی وجدانی محبتوں کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھے، یہاں تک کہ سینٹ اور نیشنل قومی اسمبلی کے در و دیوار ذکر صحابہ کرامؓ سے معطر ہوئے اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کی ایک ایک لہر ''خلافتِ راشدہ حق چار یارؓ'' سے مُشکبار ہوتی چلی گئی۔ دوسری جانب نفرتوں کے سوداگروہی پُرانی داستانیں دُہراتے نظر آئے، جو ''یزید بابا چالیس چور'' اور ابنِ سباء المعروف ''شیخ چلی'' کے خیالی پلاؤ اور وضعی داستانوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ چنانچہ مولانا سید جواد نقوی، مولانا شہنشاہ نقوی اور انہی جیسے دیگر صاحبانِ جبہ و دستار مسندِ وزارتِ عظمیٰ سے اٹھنے والی غلط فہمیوں کو حسب عادت مذہبی رنگ دینے لگے اور یہ کہا گیا کہ اصحاب اُحد کو تو خود قرآن مجید میں مال غنیمت کے لیٹرے کہا گیا ہے، نیز انہیں معصیت زدہ، شکست خوردہ اور طالب دنیا تک کہا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے ہم نے اپنے سلسلہ وار جوابی مقالہ کی اس قسط کو ان ہزلیات کی تردید، ہزل گویان کی تکذیب اور مریضانِ تلبیس و تدلیس کے بکھیرے گئے کانٹوں کو مٹانے کے لیے وقف کیا ہے۔

کیا غزوۂ اُحد میں واقعی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شکست ہوئی تھی؟

ماہ رمضان المبارک ۲ھ میں جب غزوۂ بدر کا تاریخی واقعہ پیش آیا تب محض ۱۳، یا ۱۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتوں کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کے کم و بیش ستر جغادری قتل ہوئے، بہ کثرت اموالِ غنیمت چھوڑ کر اور بدحواس ہو کر انہیں بھاگنا پڑا، رعونت و تکبر کا لاشہ بصورتِ ابوجہل گرد وخون میں اٹا پڑا تھا اور فرشتے قطار در قطار آسمانوں سے اتر کر نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت و اعانت کر رہے تھے تو اس قدر ہزیمت اور ہولناک ماحول دیکھنے کے بعد کفار مکہ نے اگلے سال بلا اعلان اور بے قاعدہ جنگ وجدل مدینۃ المنورہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا، یہ شوال ۳ھ کا واقعہ ہے۔ جب تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکرِ کفار اپنے پورے کروفر اور طنطنہ کے ساتھ ابوسفیان کی زیر قیادت مکۃ المکرمہ سے روانہ ہوا۔ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کسی طرح اس کی خبر

ہوگئی، انہوں نے نبی علیہ السلام کو مطلع کیا اور یوں جانثاران نبی اور نجوم ہدایت، مہ تاب رسالت ﷺ کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے۔ اور جنگی حکمت عملی کے حوالہ سے مشاورت شروع ہوگئی اور اس سلسلہ میں اکابرین مہاجر و انصار اور نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رائے کا اختلاف ہوا۔ چنانچہ ایک جماعت کی رائے تھی کہ مدینہ طیبہ ہی میں مورچہ زن ہو کر مقابلہ کیا جائے، (نبی علیہ السلام کا اپنا میلان مبارک بھی یہی تھا)، جب کہ دوسری جماعت نے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر کفار کا مقابلہ کرنے کی رائے پیش کی۔ یہ اجلاس اس قدر ایمان افرز اور جذبوں، ولولوں سے معمور تھا کہ شائقین مقام شہادت کا جوش دیکھ کر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جہاد کرنے والوں کی تائید کی، یہ صورت حال دیکھ کر سرکار دو جہاں ﷺ اپنے حجرہ انور میں تشریف لے گئے اور دو بہادر جرنیل بھی آپ کے ہمراہ تھے، یعنی حضرات شیخین کریمینؓ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور یہ دونوں ساتھ کیوں نہ جاتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بتانا تھا کہ جہاں نبی ﷺ کے پاس کوئی نہیں جاسکتا، وہاں شیخین کریمینؓ، جی ہاں فقط انہی کو جانے کی اجازت ہوتی تھی، کیونکہ مشیت ایزدی یہ فیصلہ فرما چکی تھی کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مکۃ المکرمہ سے لے کر مدینہ طیبہ تک، احد و بدر سے لے کر روضہ اطہر تک، روضۂ اطہر سے حوض کوثر تک اور پھر جنت الفردوس کے اعلیٰ و ارفع نظاروں تک فخر کائنات ﷺ کے ساتھ ساتھ رہنے کے قابل ہیں، عنداللہ مقبول ہیں، عندالمومنین محبوب ہیں اور ان کی محبت و عقیدت سے دور رہنے والے مجوب، مبغوض، اور عندالطاغوت مرغوب ہیں۔

نبی علیہ السلام واپس تشریف لائے تو فرمایا، ہم مدینہ طیبہ سے باہر جا کر ہی لڑیں گے، اب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احساس ہوا کہ ہم جوش جہاد میں شاید مزاج یار کا پاس نہ رکھ سکے فوراً سب کے سب یک زبان بولے، ہم آپ ﷺ کے منشاء مبارک کے تابع ہیں جو آپ ﷺ کا حکم ہو، ہمارے سر تسلیم خم ہیں تب اللہ کے نبی ﷺ نے قیامت تک کے مجاہدین کے لیے ایک تاریخی، مجاہدانہ اور غیرت و رسالت سے منور و معطر جملہ ارشاد فرمایا کہ ''کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ہتھیار لگا کر اتار دے۔''

صحابہ کرامؓ کے اختلاف رائے سے امت کے لیے مسائلِ شریعت کا چشمہ پھوٹ پڑا

مندرجہ بالا ارشاد نبوت اس امت کو کن کی وساطت سے ملا؟ اصحاب احد کی وساطت سے! اور امام المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے اس سے استنباط فرمایا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اس عمل مبارک سے بتایا ہے کہ جب نفل یا مستحب عمل شروع کر دیا جائے تو پھر اس کو اہتمام کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانا واجب ہو جاتا ہے (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۶۵)

یہ خوبصورت قانونِ شریعت اس امت کو آخر کن کی وساطت سے مل رہا ہے؟ اصحاب اُحد کے اختلاف رائے سے! اب سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقتی اختلاف سے شریعت مُطہرہ کے قوانین وجود میں آتے ہیں تو ان کے اتفاق رائے سے کس قدر خیر و برکت کی ہوائیں چلتی ہوں گی۔ اس لیے امام اعظم علی الاطلاق ابوحنیفہؒ، (رحم الله ابا حنيفة كان اماماً) فرمایا کرتے تھے کہ اگر مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیش نہ آتے تو ہمیں باغیوں کے متعلق احکامات کا علم نہ ہوتا، مشاجرات صحابہؓ کے متعلق اکابرین دار العلوم دیوبند کا ایک نہایت زریں ارشاد حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ نقشبندی مجددیؒ (فرزند نسبتی امام العصر علامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ) نے یوں درج کیا ہے۔

> ''ہمارے اساتذۂ دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ مشاجرات صحابہ کے صحیح حالات پڑھنے سے بھی ایمان تازہ ہوتا ہے کیونکہ ہر معاملہ میں ان کی نیک نیتی، بے نفسی و خدمت دین ہی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے'' (انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۱۳، طبع ملتان)

ثانیاً..... اس باہمی مشاورت سے پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں ان جانثار صحابہ کرامؓ کی بہت زیادہ قدر و منزلت تھی، باوجودیکہ ان کا شوقِ جہاد اور جذبۂ قربانی نبی علیہ السلام کی مصلحت و حکمت کے مقابلہ میں ہیچ تھا، بایں ہمہ ان کے جذبات کی قدر دانی کی گئی اور امت کو سبق دے دیا کہ جب ان پاکان امت کی بارگاہ نبی میں اس قدر عزت افزائی ہوتی ہے تو تم بھی ان سے متعلق اپنی زبانوں کو محتاط رکھنا۔ ان کا ذکر خیر آنے سے اگر کسی کی آنتیں اس کے گلے میں آتی ہیں تو یہ اُسی کی ہاتھوں گھڑی ہوئی مصیبت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی قصور نہیں۔ ہم مطلب کی جانب آتے ہیں کہ کیا غزوۂ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شکست ہوئی تھی؟ قطعاً نہیں، جس معرکے میں نبوت بنفس نفیس موجود

ہو، اس معرکہ کو ''شکست'' سے جوڑنا ہی بارگاہ نبوت میں بے ادبی ہے، باوجودیکہ فتح وشکست جنگ کا حصہ ہے، مگر غزوہ احد میں تو اللہ رب العزت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کے لیے قرآن اتار کر فرما رہے ہیں کہ آنے والی نسلوں کو اگر جینے کا قرینہ وسلیقہ آئے گا تو انہی تربیت یافتگانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد واعتبار کرنے سے ہی آئے گا۔ غزوہ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جہاد دفاعی تھا، یعنی کفار مکہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ یہ عزم لے کر آئے تھے کہ مدینہ منورہ پر حملہ و قبضہ کریں گے، دنیا کا کوئی مورخ، محقق یا سبائی مجتہد بتائے کہ کیا وہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے؟ احد کے پہاڑوں سے دو قدم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو آگے نہ بڑھنے دیا، اور ستر قیمتی جانوں کا نذرانہ دے کر، بعض جنگی حکمتوں اور مصلحتوں کو دیکھے بنا اقدام کر کے، حتی کہ تاحکم ثانی پہاڑی کو نہ چھوڑنے کا وعدہ کر کے پھر فتح کی خوشی میں اس حکم کو بھول جانے کے باوجود بھی کفار مکہ خائب وخاسر ہو کر واپس لوٹے اور ۱۵ شوال ۳ھ کو واپس جاتے ہوئے مقام رُوحا پہ جا کر انہیں یاد آیا کہ مدینہ منورہ تو جوں کا توں محفوظ رہا؟ اس قدر مسلمانوں کو نقصان پہنچا کر اور اقدامی جنگ پہ اتنا خرچ کر کے بھی ہم بے مقصد اور بے ہدف واپس آ رہے ہیں بتایئے اصحاب احد نے کفار ومشرکین کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے کہ نہیں؟ ان کے جنگی فارمولے انہی کے سروں پر اولے بن کر برسے کے نہیں؟ تو کیا اب بھی یہی کہا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احد میں شکست ہوگئی تھی؟ قطعاً نہیں بلکہ صورتا شکست اور چیز ہے اور باعتبار نتیجہ فتح یابی چیزے دیگر! اور قرآن مجید عقل وفہم رکھنے والوں کی اس سلسلہ میں مکمل رہنمائی کرتا چلا آ رہا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ابتداءً زبردست کامیابی کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جان کر کہ لامحالہ اختتام جنگ پہ اموالِ غنیمت ہی جمع کیے جاتے ہیں، اموالِ غنیمت جمع کرنا شروع کئے اور پچاس تیر انداز حکمِ ثانی کا انتظار کیے بغیر بوجہ نسیان پہاڑی سے نیچے اترے تو اللہ کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آزمائش میں ڈالا، اسی آزمائش کو اہل قلب ونظر محاورتاً ''شکست'' کہہ دیتے ہیں اور قلب ونظر کے دائمی مریض اسی لفظِ ''شکست'' پہ اپنی رافضیانہ عمارت کھڑی کر کے بغلیں بجاتے ہیں کہ لو دیکھو ہم نے اصحاب اُحد کے خون پسینے پر کیسے اپنے جھوٹے نظریات کھڑے کیے ہیں، اور پھر تحریف قرآن مجید کے سو فیصد قائلین فوراً اپنا نظریۂ تحریف بھول کر اُنہی آیات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کے پہلو نکالنا شروع کر دیتے ہیں، جو قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے جمع کیا تھا، اللہ اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دیانت پر قربان جایئے اور اہل ایمان کے بدن کے رونگٹے تک اُصحاب احد و بدر پر

نچھاور ہو جائیں کہ ان پاکباز لوگوں نے اپنی تربیت اور اصلاح کے حوالہ سے بطور زجر و توبیخ الفاظ قرآن کو بھی من و عن محفوظ کر کے رہتی دنیا تک دشمنانِ اسلام کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا کہ اصحاب نبی ﷺ نے قرآن مجید کے کسی ایک حرف، لفظ یا کلمہ و حرکت میں بھی کوئی کمی بیشی نہ کی، چنانچہ اصحاب احد و بدر سے پیار کرنے والے لاکھوں لوگ قرآن مجید کے حفاظ بن گئے اور ان کی تنقیص و تحقیر کرنے والے محض "مستطر" بن کر کسی "مستقر" پہ امید لگائے انتظار میں مُبتلائے عذاب ہیں۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

غزوۂ حمراء الاسد، غزوۂ اُحد کا نقطۂ اختتام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑکھڑاتے قدموں، زخمی بدنوں، اور اپنے پیاروں کی جدائی کے صدمات سہتے ابھی اپنے گھروں کی دہلیز تک پہنچے ہی تھے کہ نبی علیہ السلام کو ایک مخبر نے اطلاع کی کہ کفار مکہ مقام "روحا" میں بیٹھ کر بصد حسرت و ندامت واپس لوٹ کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اب ہم وہیں جا کر ان کو پائیں گے، موذن رسول ﷺ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے منادی کی کہ کل گذشتہ احد میں شرکت کر کے واپس آنے والے دوبارہ خروج کے لیے تیار ہو جائیں، چنانچہ ایک غازی بھی ایسا نہ تھا جس نے بشری بنیادوں پر بھی کوئی عذر پیش کیا ہو، ایک بار پھر ولولہ تازہ کے ساتھ نبی علیہ السلام کی اقتداء میں غازیانِ احد نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ سے آٹھ دس کلومیٹر باہر پہنچ کر "حمراء الاسد" کے مقام پر تین دن تک خیمہ زن رہے۔ اُدھر ابوسفیان کو بذریعہ "معبد خزاعی" خبر پہنچی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمہارے تعاقب میں آ رہے ہیں، انہوں نے فوراً اپنا ارادہ ترک کیا اور پیچھے دیکھے بغیر مکہ مکرمہ جا کر سانس لی۔ یہی وہ موقع تھا جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

"جن لوگوں نے زخم پہنچ جانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانی، نیکی اور تقویٰ سے مالا مال اُن لوگوں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔"

مگر بے چین لوگوں کی بے چینی بڑھتی ہی گئی

اصحاب احد کے اجسام مطہرہ پر لگنے والے زخم خود ان کے لیے تو اس آیت بالا کے ذریعہ رحمت

وقراری میں تبدیل ہو گئے مگر مقدر کی بربادی کا کوئی کیا کرے کہ امامی علماء کو ہمیشہ کے لیے زخمی کر گئے، چنانچہ شیعہ علماء اس آیت کا ترجمہ وتفسیر یوں کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ آپ صرف ''زخمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم'' کو ساتھ لے کر جائیں۔ (ترجمہ مولانا فرمان علی صفحہ نمبر ۸۶، مطبوعہ چاند کمپنی لاہور، ترجمہ مقبول جلد اول صفحہ نمبر ۸۶، نظامی پریس بکڈپو لکھنؤ)

مقصد یہ ہے کہ حضرات ثلاثہؓ چونکہ زخمی نہیں ہوئے تھے تو اس قافلہ میں وہ شامل نہ کیے گئے۔ اندھی عداوت بھی کتنا بڑا عذاب ہے۔ کم بختی نے یہ تک نہ سوجھنے دیا کہ خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کس قدر زخمی تھے؟ کیا جہاد میں مجاہد کی قبولیت کا معیار فقط شہید ہو جانا یا زخمی ہونا ہی ہے تو پھر علم وتحقیق کے یہ افلاطون بتائیں کہ غزوۂ تبوک میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سرے سے شامل ہی نہ ہوئے تھے، اور نبی علیہ السلام نے انہیں اہل خاندان کی نگہداشت کے لیے مدینہ منورہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم دیا تھا، جس پر منافقین نے طعنے دیئے تھے کہ آپ کو عورتوں اور بچوں کی کفالت کے قابل ہی سمجھا گیا ہے جس پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت رنجیدہ ہوئے تھے، پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ مقدس ہو یا حضرات خلفاءِ ثلاثہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذواتِ مقدسات، ان پر طعنہ زنی کرنا منافقین اور ان کی ذریت کا شیوہ ہے، سلامت رہیں اہل سنت کہ جو کُل کے کُل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت عظامؓ سے عقیدت کا دم بھرتے ہیں اور اسی پر اپنی نجات موقوف سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام! ''احد و بدر'' میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کفر وشرک کی بربادی ہو، علَم اسلام بلند ہو، شانِ توحید جگہ جگہ جلوہ گر ہو، انوارات نبوت، امت پہ سایہ فگن ہوں اور پھر ''روافض'' کو بے چینی نہ ہو؟ یہ بھلا کیسے ممکن ہے۔ ابوالفضل حضرت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رفض شکن کتاب ''آفتاب ہدایت'' میں جب رافضیوں کے اُن اعتراضات کا جواب لکھا جو وہ اصحاب اُحد کی شان میں وارد کرتے ہیں تو ماتمی مجتہد مولانا محمد حسین صاحب ڈھکو کے پُرانے زخم تازہ ہو گئے اور ان کی آہ وبکا اور دلدوز وکریہہ چیخیں کچھ یوں سنائی دیں:

''اور یہ جو کہا ہے کہ اصحاب ثلاثہ کا جنگ احد سے فرار ایک بیہودہ بہتان وافتراء ہے، جس کا کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ میں نہیں ہے یہ فسانے وخرافات ہیں تو یہ کہہ کر...... فرار ثلاثہ کی خفت کو ہلکا نہیں کیا جا سکتا...... نیز مخفی نہ رہے کہ جنگ کے بھگوڑوں کی فہرست میں شاہ مرداں شیر یزداں سید

کرارؓ، غیر فرار کے صبر و استقامت کی خدا تعریف کرے...... یہ درست ہے کہ جنگ اُحد کے بھگوڑوں کو رب کریم کی بارگاہ سے معافی مل گئی تھی مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس معافی کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں سزا نہیں دی اس ''عفو'' سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جرم فرار سے بھی بری کیے گئے؟ ارتدادِ صحابہ کی وبا...... وہ آیات جو ارتدادِ صحابہ پر دلالت کرتی ہیں...... ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا۔ وغیرہ وغیرہ (تجلیات صداقت، صفحات ۹۲، ۹۳، ۱۰۲، طبع اول ۱۹۷۴ء، ناشر انجمن حیدری چکوال)

ڈھکو صاحب کی ان ہزلیات وخرافات کا علمی جواب سوائے اس کے تو کوئی ہو نہیں سکتا کہ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً تاہم اتنا تو ثابت ہو رہا ہے کہ بدر و احد کے معرکوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں آلِ یہود کو لگنے والے کچوکوں، ضربوں، نشتروں اور واروں سے ابھی تک چیخ و پکار سنائی دے رہی ہے، اس سے بڑھ کر بھی کیا آپ اصحاب احد و بدر کی مزید کسی ''کرامتِ جاریہ'' کا نظارہ کریں گے؟ بہر کیف ''آفتابِ ہدایت'' کے دفاع میں اور تجلیات صداقت کے صفحات کو ریزہ ریزہ کر دینے والی دو جلدوں پہ مشتمل کتاب ''تجلیات آفتاب'' مصنفہ سلطان العلماء علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب ضرور پڑھیے اور صحیح معنوں میں ''تجلیات'' سے اپنے ایمان وایقان کو مجلّٰی کیجیے۔

اس دوران ہمیں ماہ نامہ ''افکار العارف'' کا تازہ پرچہ موصول ہوا تو ڈھکو صاحب کے ''بچہ جمورا'' اور مولانا شیخ محسن علی نجفی صاحب کے مدرسہ کے ایک نالائق مدرس، یعنی ہمارے مخاطب موصوف کی یہ سطریں پڑھ کر اُن کی علمی یتیمی پر بڑا رحم آیا، وہ لکھتے ہیں:

''چکوال کے ایک تکفیری قاضی مظہر حسین ہیں کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی سنی مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اہل بیت دشمنی کی بناء پر سنیت سے خارج کرنے کا وطیرہ اپنائے رکھا۔ قاضی صاحب اور ان کے حواریوں کا مشغلہ ہر اس شخص کی تکفیر ہے جو اہل بیت کے مرتبہ و کمالات کو اجاگر کرتا ہے۔'' (صفحہ نمبر ۴۸)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے؟ اصحاب اُحد کی تلواروں کی تیز دھاریں تو آج بھی چمک دمک دکھا رہی ہیں، اُن کے غلاموں کی ہیبت وطمطراق بھی کوئی کم نہیں ہے، بقول حضرت اقبالؒ:

سفینۂ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش، مگر یہ دریا سے پار ہو گا

(جاری ہے)

تجلیاتِ اُحد و بدر

وزیر اعظم پاکستان کے حالیہ ریمارکس اور

سرفروشانِ اُحد و بدر کی قرآنی و ایمانی عظمتیں

مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی☆

قائد اہل سنت مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"ملک کو درپیش مسائل کی بنیاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیوفائی ہے۔"

آپ کے ارشاد کا منشاء یہ تھا کہ دین و دنیا کی فلاح اور ترقی کے لیے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم امت مسلمہ کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ یہی وہ مثالی معاشرہ ہے جسے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں تیار فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت بلاشبہ نبوی محنت کا ثمرہ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کھیتی سے تعبیر کیا گیا جسے پھلتا پھولتا دیکھ کر باغبان کا چہرہ کھل اٹھتا ہے اور دشمن کے چہرے پر مایوسی کے گہرے سائے عیاں ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا" [سورۃ الفتح، آیت:۲۹]

"محمد رسول اللہ کے اور جو لوگ (صحابہؓ) اس کے ساتھ ہیں۔ زور آور ہیں کافروں پر۔ نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں۔ ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی۔ نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔ یہ شان ہے ان کی تورات میں اور مثال ان کی انجیل میں، جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا۔ پھر اس کی کمر مضبوط کی، پھر موٹا ہوا۔ پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر۔ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو۔ تا کہ جلائے ان سے جی کافروں کا۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لاتے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام۔ معافی کا اور بڑے ثواب کا۔" [ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ]

(۱) جنرل سیکرٹری تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، 0303-0543444

آیت مذکورہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) صحابہ کرام ؓ کی عظمت، منقبت اور شرعی مقام پر عظیم الشان سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اصحاب رسول کی اہمیت اور اجتماعی شان پر مزید روشنی آیت مقدسہ کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ نے ڈالی ہے جو حسب ذیل ہے:

☆......اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ :یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت مضبوط اور قوی جس سے کافروں پر رعب پڑتا اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ: وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (التوبہ:۱۲۹) اور چاہیے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی اور جانو کہ اللہ کا ساتھ ہے ڈر والوں کے ساتھ۔ وقال تعالیٰ : وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (التوبہ:۷۳) اور تند خوئی کر ان پر اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری پلٹنے کی جگہ۔ وقال تعالیٰ :اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ (المائدۃ:۵۴) نرم دل ہیں مسلمانوں پر۔ زبردست ہیں کافروں پر اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے حضرت شاہ صاحب ؒ لکھتے ہیں:

جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔ علماء نے لکھا ہے کہ کسی کافر کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک سے پیش آنا اگر مصلحت شرعی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر دین کے معاملہ میں وہ تم کو ڈھیلا نہ سمجھے۔

☆......رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ :یعنی اپنے بھائیوں کے ہمدرد مہربان ہر ایک کے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور تواضع و انکساری سے پیش آنے والے "حدیبیہ" میں صحابہ ؓ کی یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں۔

☆......تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا :یعنی کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں جب دیکھو رکوع سجدہ میں پڑے ہوئے۔ اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفہ عبودیت ادا کر رہے ہیں۔ ریاء و نمود کا شائبہ نہیں۔ بس اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔

☆......سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ :یعنی نمازوں کی پابندی۔ خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے۔ گویا خشیت و خشوع اور حُسنِ نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ حضرت ﷺ کے اصحاب اپنے چہروں

کے اور متکبرانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔

☆......ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ :یعنی پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب ان کے چہرے اور طور طریق دیکھ کر بول اٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیح علیہ السلام کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔

☆......كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ :حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کھیتی کی مثال کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا۔ پھر دو ہوئے۔ پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی۔ حضرت ﷺ کے وقت میں۔ پھر خلفاء کے عہد میں۔ بعض کہتے ہیں "اَخْرَجَ شَطْئَهٗ" میں عہد صدیقی رضی اللہ عنہ "فازرہ" میں عہد فاروقی رضی اللہ عنہ "فاستغلظ" میں عہد عثمانی رضی اللہ عنہ "فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ" میں عہد مرتضوی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترھم رکعا سجدا کو علی الترتیب خلفاء اربعہ پر تقسیم کردیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہیئت مجموعی درج و منقبت پر مشتمل ہے۔ خصوصاً اصحاب بیعت رضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت سے برابر چلا آرہا ہے۔ واللہ اعلم

☆......يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ :کھیتی کرنے والے چونکہ اس کام کے مبصر ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا۔ جس ایک چیز کا مبصر اس کو پسند کرے دوسرے کیوں نہ کریں گے؟

☆......لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ :یعنی اسلام کی کھیتی کی یہ تازگی اور رونق و بہار دیکھ کر کافروں کے دل غیظ و حسد سے جلتے ہیں۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے۔

محترم قارئین! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کو اجاگر کرتی یہ ایک آیت کریمہ ہے۔ ایسی سینکڑوں آیات طیبات قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس قبلہ قاضی صاحب رحمہ اللہ شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے کرتے روشن چہرے پر محبت کے جلوے آشکار کرتے فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شانیں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ جا بجا قرآن میں صحابہ کی ایمانی و قرآنی صفات ذکر ہیں گویا اللہ رب العزت فضائل صحابہ بیان کرتے سیر ہی نہیں ہوتے۔

درخشاں قمقموں کی ضو میں محویت ہی محویت
ستاروں کی ضیاء سے آسمان کا آسمان بے خود
(محمد حسن لطیفی)

غزوۂ بدر پہلا فیصلہ کن معرکہ

۲ ہجری مشرکین مکہ کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام سے واپس مکہ جارہا تھا۔ عزائم یہ تھے کہ اس سرمایہ سے مسلمانوں کے خلاف بڑا اقدام اٹھایا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوگئی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مکہ والوں کے عزائم خاک میں ملانے اور انہیں اقتصادی طور پر کمزور کرنے کی غرض سے اس قافلہ کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا۔ چونکہ آپ ﷺ کے پیش نظر چالیس افراد پر مشتمل اس قافلہ پر حملہ کرنا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اہل مدینہ میں سے ہر ایک کی شرکت ضروری نہ سمجھی اور اختیار دے دیا کہ جو چاہے شریک سفر ہو مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اپنی مایہ ناز تصنیف میں لکھتے ہیں:

"اہل مدینہ کے لیے بڑا زرین موقع تھا جبکہ اہل مکہ کے لیے اس مال فراواں سے محرومی بڑی زبردست فوجی۔ سیاسی اور اقتصادی مار کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے اندر اعلان فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ مال و دولت لیے چلا آرہا ہے۔ اس کے لیے نکل پڑو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بطور مال غنیمت تمہارے حوالے کردے۔ لیکن آپ ﷺ نے کسی کی روانگی ضروری نہیں قرار دی بلکہ اسے محض لوگوں کی رغبت پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس اعلان کے وقت یہ توقع نہیں تھی کہ قافلے کے بجائے لشکر قریش کے ساتھ میدانِ بدر میں ایک نہایت پُر زور ٹکر ہو جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینے میں ہی رہ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ سفر آپ کی گزشتہ عام فوجی مہمات سے مختلف نہ ہوگا۔ اور اسی لیے اس غزوہ میں شریک نہ ہونے والوں پر کوئی نکیر نہیں کی گئی۔" (الرحیق المختوم ۳۳۸، ۳۳۷)

حسن اتفاق یہ ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تو محفوظ مکہ پہنچ گیا، لیکن اس قافلے کی حفاظت کے لیے ابوجہل کی قیادت میں آنے والے قریباً ۱۰۰۰ افراد پر مشتمل جنگجوؤں سے بدر کے مقام پر لشکر اسلام کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ مشرکین مکہ سے باضابطہ یہ پہلا معرکہ تھا۔ جس میں تین سو تیرہ نہتے پیارے جانباز ہزار مسلح سواروں سے ٹکرائے لیکن اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ اہل مکہ کو خاک چاٹنی پڑی اور

ابو جہل سمیت ستر کفار مارے گئے۔ اور مسلمانوں کی عظیم الشان فتح نے دنیائے عالم کو حیران کر دیا۔ اسی میدان میں آنحضرت ﷺ کی حسب ذیل دعا تا قیامت مقامِ صحابہ اجاگر کرتی رہے گی۔

اللھم ان تھلك ھذہ العصابة الیوم لا تعبد۔

"اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔"

اصحابِ بدر کے متعلق حسب ذیل آیت مبارکہ بھی سند کا درجہ رکھتی ہے:

﴿ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ ﴾ (الانفال:۱۲)

"میں ساتھ ہوں تمہارے، سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے، میں ڈال دوں گا دل میں کافروں کے دہشت۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اللہ تعالیٰ کی نصرت بدر والوں کے ساتھ کچھ ایسی تھی:

﴿ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ ﴾ (الانفال:۹)

بدر کے میدان میں ابو جہل کا معوذ رضی اللہ عنہ، معاذ رضی اللہ عنہ جیسے نوجوانوں کے ہاتھوں واصل جہنم ہونا بھی قابل ذکر ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے خونی رشتوں کا لحاظ نہ کرنا بھی اہل بدر کا امتیاز......

شاعر اسلام حفیظ جالندھری رحمہ اللہ کی اہل بدر کے متعلق یہ منقبت ہمارے حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ عجب سرشاری سے پڑھا کرتے تھے:

نبتے تین سو تیرہ بشر ، ذوقِ شہادت میں
خدا کے نام پر نکلے محمد کی قیادت میں
نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
کہ وہ بندے تھے لا معبود الا اللہ کے قائل
نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے
فقط ایمان تھا ، ایمان پر ایمان رکھتے تھے

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کا تخیل بھی کس قدر ایمان افروز ہے:

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

محترم قارئین! غزوۂ بدر اور غازیانِ بدر کی بابت بعض حقائق انتہائی اختصار کے ساتھ ہم نے پیش نظر کر دیئے ہیں۔ ان عظمتوں اور سچائیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ۱۱ جون ۲۰۱۹ء کی رات وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان صاحب کی تقریر میں غزوہ بدر کی بابت حسب ذیل افسوسناک ریمارکس کا جائزہ لے لیں:

"جب سے ہمیں اقتدار ملا ہے۔ پہلے دن سے میں سنتا ہوں مخالفین سے کہ جی کدھر ہے وہ نیا پاکستان؟ جو مدینہ کی ریاست تھی وہ پہلے دن مدینہ کی ریاست نہیں بن گئی۔ جب جنگ بدر ہوئی تھی تو صرف تین سو تیرہ تھے لڑنے والے۔ باقی ڈرتے تھے لڑنے کے لیے۔"

فرمایئے! اپنی نالائقی چھپانے کے لیے اصحابِ رسول کو العیاذ باللہ "بزدل" قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ بدر کا محاذ حادثاتی طور پر سامنے آیا۔ لڑائی کے لیے تو اصحابِ رسول ﷺ نکلے ہی نہ تھے اور نہ تمام اصحاب کو نکلنے کا حکم ہوا۔ اور نہ ہی عدمِ شرکت کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی۔ کیا ریاست مدینہ کے قیام کا تصور ان اصحابِ رسول ﷺ کی عظمتوں کو مجروح کر کے بھی ممکن ہے؟ جن کی جانثاری و جانبازی کی بدولت ہی شرکت اسلام کو چار چاند لگے اور ان کے خون کی گرمی اور ایمان ولولوں کی بدولت ہی پرچم اسلام سر بلند ہوا؟

جنوں میں کہہ رہا ہے کیا کچھ وہ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اُحد کی آزمائش اور خدائی فیصلہ

غزوۂ بدر کی ذلت آمیز شکست مشرکین مکہ کے لیے انتہائی کرب ناک تھی۔ چنانچہ انتقام کی آگ بجھانے کے لیے طے یہ پایا کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی جملہ آمدن (ایک ہزار اونٹ اور پچاس دینار) آئندہ معرکہ کے لیے وقف کر دی جائے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا تذکرہ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾ (الانفال:۳۶)

"بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال۔ تا کہ روکیں اللہ کی راہ سے۔ سو ابھی اور خرچ کریں گے۔ پھر آخر ہوگا وہ ان پر افسوس اور آخر مغلوب ہوں گے۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اللہ کے نبی ﷺ مسجد قباء تشریف رکھتے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایک خط کے ذریعے آپ کو مشرکین مکہ کے عزائم کی اطلاع ملی۔ چنانچہ مشاورت کے بعد طے پایا کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر مشرکین مکہ کا مقابلہ کیا جائے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے کچھ یوں اس معاملہ کی منظر کشی کی ہے:

"فضلاء صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جو بدر میں شرکت سے رہ گئی تھی۔ بڑھ کر نبی ﷺ کو مشورہ دیا کہ میدان میں تشریف لے چلیں اور انہوں نے اپنی اس رائے پر سخت اصرار کیا۔ حتی کہ بعض صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو اس دن کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اور اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب اللہ نے یہ موقع فراہم کر دیا ہے اور میدان میں نکلنے کا وقت آ گیا ہے۔ تو پھر آپ دشمن کے مد مقابل ہی تشریف لے چلیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈر گئے ہیں ان گرم جوش حضرات میں خود رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔ جو معرکہ بدر میں اپنی تلوار کا جوہر دکھا چکے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی۔ میں کوئی غذا نہ چکھوں گا یہاں تک کہ مدینے سے باہر اپنی تلوار سے ان سے دو دو ہاتھ نہ کر لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اکثریت کے اصرار کے سامنے اپنی رائے ترک کر دی اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں معرکہ آرائی کی جائے۔" (الرحیق المختوم، ص: ۳۱۰)

۞...... ۶ شوال ۳ ہجری نماز جمعہ کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو ہدایات و نصائح ارشاد فرمائیں اور ایک ہزار پر مشتمل قافلہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گیا۔ ابو سفیان تین ہزار جنگجو لے کر مکہ سے عازم سفر تھا۔ طلوع فجر سے کچھ پہلے "مقام شوط" پر نماز فجر پڑھی گئی۔ اڑتی ہوئی دھول دونوں لشکروں کا قرب واضح کر رہی تھی کہ رئیس المنافقین کا نفاق عیاں ہوا اور وہ اپنے ہمراہ تین صد افراد لے کر یہ کہتا ہوا واپس پلٹ گیا کہ:

''رسول اللہ نے اس کی بات نہ مانی اور دوسروں کی بات مان لی۔ بولا: ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خواہ مخواہ اپنی جان دیں۔''

⚙......۷ شوال ۳ ہجری احد کے مقام پر پہاڑوں سے گھری وادی میں رسول اللہ ﷺ کے سات سو جانثار تین ہزار مشرکین مکہ سے برسرپیکار تھے۔ جوشِ ایمانی کام آیا اور مشرکین شدید مزاحمت کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے۔ ۲۷ کے قریب جہنم واصل ہوئے اور کچھ زخمی بھی۔ مسلمانوں کو بھی جزوی نقصان پہنچا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمیوں کو سمیٹنے، شہداء کو سنبھالنے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہوگئے۔ ایسے میں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور آپ کے ساتھ پچاس تیراندازوں کے مابین رائے کا اختلاف ہوگیا جو لشکر اسلام کی پشت پر موجود ایک ٹیلے پر مامور تھے۔ واضح رہے کہ رائے کا ایسا اختلاف جس میں فریقین اپنی اپنی دلیل رکھتے ہوں اجتہادی اختلاف کہلاتا ہے۔ نتیجتاً جس فریق کی رائے صحیح ثابت ہو اسے دہرا اجر ملتا ہے۔ اجتہاد کا الگ اور صحیح رائے کا الگ اور جو اپنے اجتہاد میں خطاء کھا جائے ایک گونہ اجر اس کے لیے بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ اس نے پورے خلوص سے دینی مفاد کے لیے اجتہاد کیا۔ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور کاتب وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین یہی اجتہادی اختلاف تھا اور آئمہ اربعہ رحمہم اللہ کے فقہی اختلافات کو بھی ''اجتہادی اختلاف'' سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے جو ارشادِ نبوی کے مطابق امت کے لیے رحمت قرار پاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ نو اصحاب کا موقف یہ تھا کہ ہمیں رسول ﷺ نے یہیں ڈٹے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ لہٰذا ہم کسی صورت بھی اس چوٹی سے نیچے نہ اتریں گے جبکہ دیگر اصحاب کی رائے یہ تھی کہ ہمیں یہ حکم لڑائی تک تھا جو اب ختم ہوچکی ہے اور مشرکین واپس ہوگئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں نیچے اتر کر دیگر اصحاب کی مدد اور مالِ غنیمت حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ یہ حضرات نیچے اتر گئے۔ دوسری طرف خالد بن ولید جو تین مرتبہ ان تیراندازوں کی طرف سے برستے تیروں کی بدولت پیچھے ہٹے تھے اور موقع کی تاک میں تھے۔ اب ٹیلہ سر کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب مزاحمت کرتے ہوئے شہید ہوگئے اور خالد بن ولید نے نیچے موجود مسلمانوں پر عقب سے حملہ کردیا اور جو مشرکین بھاگ نکلے وہ بھی شور وغل سن کر پلٹ آئے اور مسلمان اب دونوں طرف سے گھیرے میں تھے۔

نتیجتاً نیچے اترنے والوں کی اجتہادی خطاء کی بدولت مسلمانوں کو سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ اصحاب پیغمبر نے جام شہادت نوش کیا۔

قرآن کریم میں غزوۂ احد کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے بات فرمائی گئی۔ چنانچہ نیچے اترنے والے اصحاب کو بھی تربیت و اصلاح کی غرض سے تنبیہات کے بعد ان مبارک الفاظ سے معاف فرما دیا گیا:

﴿ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (آل عمران: ۱۵۲)

"اور وہ (اللہ) تم کو معاف کر چکا۔ اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس معافی نامہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی جو غلطی ہوئی۔ خدا تعالیٰ اسے بالکل معاف کر چکا۔ اب کسی کو جائز نہیں کہ ان پر اس حرکت کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے۔ کہ اللہ ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے اور عتاب میں بھی لطف و شفقت کا پہلو ملحوظ رکھتا ہے۔"

اسی بابت مزید ارشاد فرمایا گیا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾ (آل عمران: ۱۵۵)

"جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں، سو ان کو بہکا دیا شیطان نے۔ ان کے گناہ کی شامت سے اور ان کو بخش چکا اللہ۔ اللہ بخشنے والا ہے۔ تحمل کرنے والا۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

"مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی ہے ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے جنگ احد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے۔ کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر ان کا قدم ڈگمگا دیا۔ چنانچہ ایک گناہ تو یہی تھا کہ تیر اندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کی مگر خدا کا فضل دیکھو کہ اس کی سزا میں کوئی تباہ کن شکست نہ دی۔ بلکہ ان حضرات پر اب کوئی گناہ بھی نہیں رہا۔ حق تعالیٰ کلیۃً ان کی

تقصیر معاف کر چکا ہے۔ کسی کو طعن وملامت کا حق نہیں۔"

غازیانِ اُحد کی اجتہادی خطاء پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ معافی کا اعلان ہی کیا کم تھا کہ آگے چل کر خدا تعالیٰ نبی رحمت ﷺ سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت حسب ذیل الفاظ مبارکہ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ (آل عمران:۱۵۹)

"سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو۔ سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے۔ سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

مسلمانوں کو ان کی کوتاہیوں پر متنبہ فرمانے اور معافی کا اعلان سنانے کے بعد نصیحت کی تھی کہ آئندہ اس مار آستین جماعت (منافقین) کی باتوں سے فریب مت کھانا۔ اس آیت میں ان کے عفو تقصیر کی تکمیل کی گئی ہے۔ چونکہ جنگ اُحد میں سخت خوفناک غلطی اور زبردست کوتاہی مسلمانوں سے ہوئی تھی۔ شاید آپ ﷺ کا دل خفاء ہوا ہوگا اور چاہا ہوگا کہ آئندہ ان سے مشورہ لے کر کام نہ کیا جائے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے نہایت عجیب وغریب پیرایہ میں ان کی سفارش کی۔ اول اپنی طرف سے معافی کا اعلان کر دیا۔ کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کا غصہ اور رنج خالص اپنے پروردگار کے لیے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم یعنی اللہ کی کتنی بڑی رحمت آپ پر اور ان پر ہے کہ آپ ﷺ کو اس قدر خوش اخلاق اور نرم خو بنا دیا۔ کوئی ہوتا تو خدا جانے ایسی سخت معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرتا یہ سب کچھ اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ تجھ جیسا شفیق، نرم دل پیغمبر ان کو مل گیا۔ فرض کیجیے اگر خدانخواستہ آپ ﷺ کا دل سخت ہوتا اور مزاج میں شدت ہوتی تو یہ قوم آپ کے گرد کہاں جمع رہ سکتی تھی۔ ان سے کوئی غلطی ہوتی اور آپ سخت پکڑتے تو شرم وندامت کے مارے پاس بھی نہ آسکتے۔ اس طرح یہ لوگ بڑی خیر وسعادت سے محروم رہ جاتے اور جمعیت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو نرم دل اور نرم خو بنایا۔ آپ اصلاح کے ساتھ ان کی کوتاہیوں سے اغماض کرتے رہتے ہیں۔ سو یہ کوتاہی بھی جہاں تک آپ کے حقوق کا تعلق ہے معاف کر دیجیے۔ اور گو خدا اپنا حق معاف کر چکا ہے۔ تاہم ان کی مزید دلجوئی اور

تطییب خاطر کے لیے ہم سے بھی ان کے لیے معافی طلب کریں۔ تاکہ یہ شکستہ دل آپ کی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن و منشرح ہو جائیں اور صرف معاف کر دینا ہی نہیں۔ آئندہ بدستوران سے معاملات میں مشورہ لیا کریں۔

محترم قارئین! ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ غزوۂ احد کے پس منظر۔ بعض حالات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتہادی خطاء اور حق تعالیٰ کی طرف سے معافی کے اعلان کے بعد آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کی تلقین ذکر کر دی ہے۔ اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے وزیراعظم پاکستان کے اسی افسوسناک تقریر میں غازیانِ احد کے متعلق توہین آمیز ریمارکس ملاحظہ کیجیے:

''جو جنگ اُحد ہوئی۔ سرکار مدینہ نے جو تیر کمان والے تھے ان کو کہا کہ تم نے اپنی پوزیشن نہیں چھوڑنی۔ جب لوٹ مار شروع ہوئی وہ چھوڑ کے چلے گئے۔ سرکار مدینہ کا حکم نہیں مانا۔''

فرمایئے! خان صاحب سے سوال یہ تھا کہ اب تک وہ نیا پاکستان کیوں نہ بنا سکے؟ چاہیے تھا کہ وہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے اور اپنا قبلہ درست کرتے لیکن وہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس شخصیات پر ایسے برس پڑے جیسے وہ کنٹینر پر کھڑے اپنے سیاسی حریفوں پر برستے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

گویا وہ خود کو نبی ﷺ کا مماثل اور اپنے دور حکومت کو نبوی دور نبوت کے برابر لا کھڑا کر رہے ہیں؟ کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ریاست مدینہ میں بنتے بنتے بنی اور نیا پاکستان بھی ایسی ہی صورتحال سے دوچار ہے؟ کیا انہیں روا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کسی ایسی لغزش کا ذکر بغیر کسی سیاق وسباق کے کریں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا اعلان قرآن پاک میں سند کے طور پر موجود ہے؟ کیا یہ کنٹینر والا لب ولہجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس قرآنی وجنتی شخصیات کی بابت درست قرار دیا جا سکتا ہے......؟ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی تنبیہ جو برائے اصلاح ہے کا حق رکھتے ہیں۔ نبی کی پاک ذات کے لیے بھی اور کسی صحابی کے لیے بھی لیکن خان صاحب یا کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بھی تنقید کرنے بیٹھ جائے۔ چہ جائیکہ ایسی لغزش کہ جس پر خود اللہ جل شانہ نے معافی کا اعلان کر دیا ہو۔

خان صاحب کو چاہیے کہ جو گھنٹی ان کے گلے میں باندھ دی گئی ہے۔ اب اسے بجاتے جائیں۔ اپنی ڈپریشن اور فرسٹریشن کے لیے کوئی زود اثر علاج ڈھونڈیں۔ اپوزیشن پر برسیں یا محکمہ زراعت سے مزید تجاویز مانگ لیں۔ لیکن خدارا ''ریاست مدینہ'' جیسے مقدس عنوانات کو استعمال و پامال کرتے

ہوئے حقائق کو مسخ مت کریں۔ جب ٹرکوں کی بے شمار اقسام اور ان کے عقب میں جلتی بجھتی بیسیوں طرح کی بتیاں موجود ہیں تو قوم کو ان کے پیچھے لگانے کے بجائے دینی معاملات پر موشگافی کر کے اپنی عاقبت کیوں برباد کرتے ہیں؟

اہل تشیع اور انجینئر مرزا جیسے بھی میدان میں

وزیر اعظم پاکستان کے توہین آمیز ریمارکس اہل تشیع اور انجینئر مرزا جہلمی جیسوں کے لیے تو گویا خبث باطن کے اظہار کا سنہری موقع ثابت ہوئے۔ چنانچہ ان جیسے عاقبت نا اندیشوں نے خان صاحب کے دفاع میں سوشل میڈیا پر کلپس اپ لوڈ کیے اور پی ٹی آئی کے حامی بلا سوچے سمجھے انہیں شیئر کرتے جا رہے ہیں۔ گویا خان صاحب کی محبت میں اس قوم نے اس سے پہلے شعور اور خوشحالی سے محروم ہو کر اندھی عقیدت اور مہنگائی کو گلے لگایا تھا۔ اب خان صاحب کے دفاع میں صحابہ کرام کی محبت و ایمان سے بھی محروم ہونے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ

خدارا اس معاملہ کو سیاسی عینک کے بجائے ایمانی نگاہ سے دیکھیں۔ کیا سیاست اور سیاسی محبت کی خاطر ایمانی اور قرآنی شخصیات کی محبتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے خان صاحب کے ہر سیاہ کو سفید اور ہر سفید کو سیاہ ثابت کرنا ہے؟ یا خرد کو جنوں اور جنوں کو خرد قرار دینا ہے؟ خان صاحب کے دفاع میں دو دلائل دیے جا رہے ہیں......

(۱) پہلی دلیل یہ کہ تمام مکاتب فکر کے مفسرین نے اسی طرح کے الفاظ احد و بدر والوں کی بابت لکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی مفسر نے بعینہٖ یہ الفاظ اور یہ لب و لہجہ اور ایسے کسی استدلال میں ذکر یہ گفتگو نہیں فرمائی۔ چونکہ ان کے سامنے پورے قرآن کا ترجمہ و تفسیر کرنا ہوتا ہے اس لیے انہوں نے اظہار واقعہ کے طور پر صحابہ کرام کی کسی لغزش پر اللہ جل شانہ کی تنبیہ کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن ان شخصیات کے متعلق اللہ جل شانہ کے اعلان معافی اور دیگر فضائل مناقب اور ان کے مقام و مرتبہ کو بھی اجاگر کیا ہے۔ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ خان صاحب نے جو لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور صحابہ کرام کو اپنی کوتاہیاں چھپانے کے لیے جس انداز میں دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ایسا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا سیاق و سباق کے بغیر کتر بیونت کر کے صحابہ کرام کو تنقید کا نشانہ وہی بنا سکتا ہے جس کے سینے میں بغض صحابہ کا روگ موجود ہو۔ خدا نہ کرے خاں صاحب یہ روگ رکھتے ہوں

اور ان کے یہ افسوسناک ریمارکس ان کی کم علمی یا کم فہمی کا نتیجہ ہوں۔ ایسے میں قوی امید ہے کہ انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے گی...... ان شاء اللہ۔

(۲) دوسری دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ خان صاحب واحد حکمران ہیں جو دین کی بات تو کرتے ہیں جب کہ ان سے پہلے ''ریاست مدینہ'' جیسی اصطلاح تو کیا کسی کو اسلام کا نام لینے کی توفیق بھی نہ ہوئی۔

یہ دلیل تاریخ پاکستان سے نری جہالت پر مبنی ہے۔ قائداعظم بانی پاکستان سے لے کر سابق وزیراعظم تک ہر حکمران نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی شناخت مسلم حکمران کے طور پر کرائی ہے۔ کیا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ مستانہ خان صاحب نے پہلی مرتبہ لگایا تھا؟

کوئی مرد مومن بنا۔ کوئی شہید ملت تو کوئی امیر المومنین...... ہر قومی اسمبلی میں تلاوت قرآن ہوتی رہی ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے تو اقوام متحدہ کے اجلاس میں اپنی تقریر سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کروائی تھی۔ کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت یا صدارت کا حلف لیتے وقت دینی و اسلامی مندرجات صرف خان صاحب نے پڑھے ہیں جو نظر بد دور ''خاتم النبیین'' کے مبارک الفاظ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کر سکے......؟

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قباء دیکھ

یادش بخیر! خان صاحب کا دینی معاملات میں بولنا اب تک تو انتہائی فکر انگیز اور تکلیف دہ ثابت ہوا ہے۔ چند ایک شگوفے ملاحظہ کریں:

(۱) تیس سال پہلے جو میرا روحانی (خان صاحب نے راحانی بولا ہے جیسے حالیہ ایک تقریر میں رحونیات، رعونت، رعونیات وغیرہ بول چکے ہیں) سفر شروع ہوا تھا میں نے وہ لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں بیان کیا ہوا ہے۔ مجھے ایک۔ میرا کوئی ایمان نہیں تھا۔ میں جس طرح مسلمان ہوتے ہیں۔ جمعہ کی نماز پڑھ لی۔ کبھی صبح کی نماز، کبھی روزہ رکھ لیا پاکستان میں۔ نہیں تو نہیں رکھا۔ میرا ایمان نہیں تھا اللہ میں۔

(۲) کہ ان کو (نبی اکرم ﷺ) اس مشکل وقت سے گزارا۔ تو میں سمجھتا تھا کہ اللہ مجھے بھی مشکل وقت سے گزار رہا ہے۔ میری تیاری کروا رہا ہے۔ جس طرح اس نے نبی کی تیاری کروائی ہے۔ کہ تیرہ مشکل سال کے بعد جو دس سال آئے اس نے ہمارے نبی کے دنیا کی تاریخ بدل دی۔

(۳) (تقریر کے دوران کہا گیا۔ خاموش ہو جائیں اذان ہو رہی ہے تو بولے) اذان ہو گئی ہے۔ مجھے پتا ہے اذان ہو گئی ہے۔ یہ تین چار اذانیں ہوتی ہیں۔ ایک ہو چکی ہے۔ ایک کا ہم احترام کر چکے ہیں۔

(۴) جب برا وقت آتا ہے۔ اس میں نہیں۔ شوکت خانم، نمل میں بھی بڑے بڑے مشکل وقت آئے ہیں۔ اور سب سے زیادہ مشکل وقت تو خیر تحریک انصاف کے آئے ہیں۔ تو ایک قرآن کی آیت ہے جو میں ہمیشہ مشکل وقت میں یاد کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی سارے۔ اس آیت کو ضرور یاد رکھیں وہ بڑی Important آیت ہے۔ جو جب ہمارے نبی ﷺ۔ اُن کو کئی مہینے وحی نہیں آئی۔ تو انہوں نے سمجھنا شروع ہو گیا کہ شاید اللہ نے۔ انہوں نے پہلے تو یہ سوچا کہ شاید میں یہ Imagine کر رہا تھا۔ سوچا کہ میں کوئی پاگل تو نہیں ہو رہا تھا۔ پھر انہوں نے سوچا کہ شاید اللہ تعالیٰ تو مجھے بھول گئے ہیں۔

(۵) جو میانوالی کی گرمی ہے۔ جو میانوالی کی گرمی ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر اللہ نے مجھے دوزخ میں بھیج دیا تو مجھے گرمی نہیں لگے گی۔

(۶) یا تو اللہ مجھے فرشتہ بنا دیتا تو میں غلطی نہ کرتا۔ غلطی سے اس نے مجھے انسان بنا دیا ہے۔

محترم قارئین! موجودہ اقتباسات ہم نے ان ویڈیوز سے لیے ہیں جو یوٹیوب پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ فرمائیے! اس طرح کی یاوہ گوئی کے بعد خان صاحب کا دینی معاملات پر بولنا قابلِ فخر بات کہی یا سمجھی جا سکتی ہے؟ یا ان کے لیے صائب مشورہ یہی ہے کہ وہ کم علمی یا کم فہمی کی بناء پر مذہبی ایشوز کو ڈسکس کرتے ہوئے اپنے اور اپنے نادان حامیوں کے ایمان کو خطرے میں نہ ڈالیں......؟

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

ماہنامہ حق چاریار لاہور
رجسٹرڈ نمبر CPL26

اہل علم کے لیے خوشخبری

تذکرۂ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

1914
2004

مصنف: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

(تصنیف و ترتیب کے آخری مرحلہ میں ہے، جن حضرات کے پاس حضرتؒ کے مکاتیب، نادر مضامین یا کوئی تاریخی چیز موجود ہے تو جلد از جلد روانہ فرمائیں)

☆ ۱۸۵۷ء سے ۲۰۰۴ء تک تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ کے ایک موروثی و خاندانی تسلسل کی ایمان افروز تاریخ۔ ☆ سرزمین برصغیر کے ایک ایسے علمی خانوادہ کا تذکرہ کہ جس کی مخلصانہ و مومنانہ خدمات کے نقوش، نقش کالحجر بن کر سنگ میل بن گئے۔ ☆ ابوالفضل مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کی گود سے احاطۂ دارالعلوم دیوبند تک کے تعلیمی، علمی، اصلاحی اور روحانی سفر کی مرحلہ وار داستان! ☆ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خلعتِ خلافت سے انوار ولایت کی ضوفشانی تک علم و عمل سے معمور اور کشف و کرامات سے بھرپور زندگی کی کہانی۔ ☆ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے انتھک محنت، قابل قدر کردار، حسن کمالات اور تجدیدی کارناموں کی مکمل تفصیل۔ ☆ بڑے بھائی غازی منظور حسین رحمہ اللہ کی شہادت اور ان کی تحریک خدام الاسلام سے لے کر تحریک خدام اہل سنت کے قیام و قیادت تک کی مربوط و مضبوط داستان۔ ☆ فتنہ انکار حیات النبی ﷺ کی از اول تا آخر نادر و نایاب خطوط کی روشنی میں چشم کشا داستان۔ ☆ معاصرین، مشاہیر، تلامذہ اور مسترشدین کے آمدہ خطوط اور ارسال کردہ دلچسپ، علمی، تحقیقی، تاریخی اور اصلاحی جوابی خطوط کا عجیب و غریب ذخیرہ۔ ☆ احقاق حق اور ابطال باطل میں حکمت و مصلحت، مگر بے باکی و جرأت کے ایسے واقعات جو آنکھیں خیرہ کر دیں۔ ☆ استغناء، حمیت، خودداری، غیرت دینی اور باوقار قیادت کا دل آویز تذکرہ۔ ☆ سنی حقوق کے تحفظ، اغیار کے خلاف مردانہ وار للکار اور جہد مسلسل کی تقریراً، تحریراً، مذہبی، سیاسی اور سماجی تفصیلات کا خزینہ۔ ☆ داخلی و خارجی فتنوں کے خلاف نوک قلم سے نشتر کا کام لے کر استقلال و استقامت کے ساتھ تعاقب و سدِ باب کے حیرت انگیز کارنامے۔ ☆ عیسائیت، رافضیت اور بعض دیگر اہل علم کے ساتھ تحریری مباحث کی کہانی، اصل خطوط کی زبانی، سطر بہ سطر معلومات کی فراوانی۔ ☆ تصانیف و تالیف، ضخیم کتابوں سے لے کر پمفلٹوں، رسالوں، کتابوں، قراردادوں اور اشتہاروں تک کی مفصل روداد۔ ☆ ماہنامہ حق چاریارؓ کا اجراء، مساجد و مدارس کا انتظام، خانقاہی نظم و ضبط نیز دعوت و ارشاد کے حوالے سے ایمان افروز واقعات کا حسین گلدستہ۔ ☆ گاؤں گاؤں اور قصبہ قصبہ تبلیغی جلسوں کی بنیاد، جلسوں کے عوامی اثرات، علماء و عوام کے تاثرات، اغیار کے تفکرات، اور قائد اہل سنت کی جناب میں اہل علم و عمل کے بابرکت کلمات کا نہایت شاندار، جاندار اور علمی و تحقیقی مرقع۔